ماہنامہ
ہمدرد نونہال
جون ۲۰۱۷ء

اشاعت کا ۶۵ واں سال

یادگار: شہیدِ پاکستان حکیم محمد سعید

ماہ نامہ
ہمدرد نونہال

صدرِ مجلس
سعدیہ راشد

مدیرِ اعلا
مسعود احمد برکاتی

رکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی

شمارہ ۶ | جلد ۶۵ | جون ۲۰۱۷ عیسوی

رمضان المبارک ۱۴۳۸ ہجری

قیمت عام شمارہ
۳۵ رُپے

سالانہ (عام ڈاک سے)
۳۸۰ رُپے

سالانہ (رجسٹری سے)
۵۰۰ رُپے

سالانہ (دفتر سے ذاتی لینے پر)
۳۴۰ رُپے

سالانہ (غیر ممالک سے)
۵۰ امریکی ڈالر

ٹیلے فون — 36620949 ← 36620945
36616004 ← 36616001
ایکسٹینشن — (066 یا 052)
ٹیلے فیکس نمبر — (92-021) 36611755
ای میل — hfp@hamdardfoundation.org
ویب سائٹ ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان — www.hamdardfoundation.org
ویب سائٹ ہمدرد لیبارٹریز (وقف) — www.hamdard.com.pk
ویب سائٹ ادارۂ سعید — www.hakimsaid.info
فیس بک پیج — www.facebook.com/Hamdardfoundationpakistan

دفتر ہمدرد نونہال ہمدرد ڈاک خانہ، ناظم آباد، کراچی ۷۴۶۰۰

"ڈاک خانے کے نئے قاعدوں کی وجہ سے آیندہ ہمدرد نونہال کی قیمت صرف بنک ڈرافٹ یا منی آرڈر کی صورت میں قابلِ قبول ہوگی، VPP بھیجنا ممکن نہیں ہے۔"

قرآنی آیات اور احادیث نبویؐ کا احترام ہم سب پر فرض ہے

سعدیہ راشد پبلشر نے ماس پرنٹرز کراچی سے چھپوا کر ادارۂ مطبوعات ہمدرد ناظم آباد کراچی سے شائع کیا

سرورق کی تصویر | سلمان، کراچی

ISSN 02 59-3734

اس شمارے میں کیا کیا ہے؟

۳۸ نامعلوم مہربان

[illegible]

وہ اپنے محسن کو برسوں تلاش کرتا رہا،
پھر ایک دن اچانک ایک حادثہ ہو گیا

۳۵ بیس سال بعد

محمد اقبال شمس

ایک خود غرض وزیر اور ایک نیک دل
بادشاہ کی سنسنی خیز کہانی

۵۵ بلاعنوان انعامی کہانی

ثمینہ پروین

اس مزے دار کہانی کا عنوان
بتا کر ایک کتاب حاصل کیجیے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رمضان کا مہینا رحمتوں، برکتوں، سعادتوں اور نعمتوں کا مہینا ہے۔ اس کی آمد پر ہر مسلمان خوش ہوتا ہے اور روحانی اُمیدوں کے ساتھ اس مہینے کا استقبال کرتا ہے۔ اس میں چھوٹے، بڑے، امیر، غریب، عورت، مرد، مشرقی، مغربی، شمالی، جنوبی، کالے، گورے کی تمیز نہیں۔ فرق ہے تو بس ایمان اور عقیدے کا۔ جس کا ایمان جتنا مضبوط ہوتا ہے، وہ اتنی ہی خوشی کے ساتھ رمضان کے آنے سے خوش ہوتا ہے اور رمضان کے آنے کے بعد روزے رکھتا، نماز اور قرآن شریف پڑھ کر اللہ کو خوش کرتا ہے اور روحانی ترقی حاصل کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی کتاب بھی رمضان ہی میں نازل ہونی شروع ہوئی۔ قرآن حکیم ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ یہ تمام دنیا کے انسانوں کی رہنمائی کے لیے ہے۔ اس کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے میں تمام انسانوں کی بھلائی اور نجات ہے۔ قرآن ہمیں زندگی گزارنے کا سیدھا اور سچا راستہ بتاتا ہے۔ قرآن پڑھنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ جو شخص قرآن جتنا زیادہ پڑھتا ہے، اتنا ہی وہ ثواب کماتا ہے۔ ہماری کوشش ہونی چاہیے کہ قرآن کو سمجھ کر پڑھیں اور اس کی ہدایتوں پر عمل کریں۔

قرآن کی ہدایتوں پر عمل کرنے سے ہمارے اخلاق سنور سکتے ہیں۔ ہمارا کردار اعلا ہو سکتا ہے۔ ہماری عادتیں درست ہو سکتی ہیں۔

قرآن پڑھنے سے مسلمانوں میں باہمی محبت بھی بڑھتی ہے۔ وہ ایک دوسرے کے قریب ہوتے ہیں اور ان میں ایک دوسرے کے کام آنے کا جذبہ بڑھتا ہے۔

رمضان میں روزانہ قرآن کی تلاوت کرو اور کم سے کم ایک آیت کا ترجمہ بھی پڑھ کر سمجھنے کی کوشش کرو۔

(ہمدرد نونہال اپریل ۱۹۸۹ء سے لیا گیا)

پہلی بات

سلیم فرخی

رواں سال آدھا ہوگیا۔ پہلے ہم نے جون میں خاص نمبر کا اعلان کیا تھا۔ بعد میں فیصلہ کیا گیا کہ خاص نمبر جولائی میں عید کے تحفے کے طور پر پیش کرنا چاہیے، لہٰذا آپ کو ایک مہینا اور انتظار کرنا ہوگا۔ اس دوران ہم اسے مزید بہتر بنانے کی کوشش کرتے رہیں گے۔

جون کے مہینے میں گرمی زیادہ پڑنے کا اندیشہ ہے اور اسی گرمی میں رمضان بھی آرہے ہیں۔ اچھی بات یہ ہے کہ اسکولوں میں چھٹیاں ہوں گی۔ صبح ۱۱ بجے سے سہ پہر ۳ بجے گرمی کی شدت زیادہ ہوتی ہے۔ اس دوران بلاضرورت گھر سے باہر نہ نکلیں، لُو لگنے کا خطرہ ہوتا ہے۔ لُو کا جسم پر سب سے خطرناک اثر یہ ہوتا ہے کہ پسینا زیادہ آنے سے جسم میں پانی کی کمی ہو جاتی ہے اور جسم گرم اور خشک ہو جاتا ہے۔ سردرد، چکر آنا یا سر گھومنا، اُلٹی متلی، پٹھوں کی کم زوری، جلد گرم اور سرخ ہونا یا اچانک تیز بخار آنا، یہ سب لُو لگنے کی علامتیں ہیں۔ اگر لُو لگنے سے کسی پر بے ہوشی طاری ہو جائے تو آپ ضرور اس کی مدد کیجیے۔ دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر اسے سایہ دار ٹھنڈی جگہ پر لٹائیں۔ بجلی کا پنکھا نہ ہو تو ہاتھ کا پنکھا جھلیں۔ گردن، پیٹھ اور بغلوں میں برف کی ٹکور کریں۔ ٹھنڈے پانی کی پٹیاں جسم پر رکھیں۔ اگر وہ پی سکتا ہو تو ٹھنڈا پانی، جوس یا لسی وغیرہ دیں۔ آپ بھی احتیاط کیجیے اور محفوظ رہیے۔

کراچی کے ایک نونہال ریان طارق نے پوچھا ہے کہ ''حرج'' درست ہے یا ''ہرج''؟

یہ دونوں عربی کے لفظ ہیں اور دونوں درست ہیں، لیکن مطلب دونوں کا الگ الگ ہے۔

''حرج'' کے معنی ہیں، رکاوٹ، تنگی، ہچکچاہٹ، جیسے ہم کہتے ہیں کہ اگر فلاں کام ایسے کرلیا جائے تو کیا حرج ہے، یعنی کیا رکاوٹ ہے۔ خودرو جھاڑیوں اور جڑی بوٹیوں کو راستے میں رکاوٹ کی وجہ سے ''حرجات'' کہتے ہیں۔ یہی حرج انگریزی میں ہرب (HERB) بن گیا، یعنی جڑی بوٹی۔ ان ہی جڑی بوٹیوں سے بنی دواؤں کو ہربل میڈیسن کہتے ہیں۔ جب کہ ''ہرج'' کا مطلب ہے، فتنہ، فساد، ہنگامہ، شور، گڑبڑ، شورش، خسارہ وغیرہ۔ اب ان شاء اللہ خاص نمبر میں بات ہوگی۔ ☆

سونے سے لکھنے کے قابل زندگی آموز باتیں

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

دعا عین عبادت ہے۔

مرسلہ : محمد عمر امتیاز، کراچی

حضرت علی کرم اللہ وجہہ

تمھاری نیت کی آزمائش یہ ہے کہ جب تم کسی انسان کی مدد کرو تو تمھیں اس سے صلے کی اُمید نہ ہو۔

مرسلہ : عدن رشید، ہری پور

حضرت سلمان فارسیؓ

محنتی آدمی کے ہاتھ اس کو کبھی نہ کبھی دولت مند بنا دیتے ہیں۔

مرسلہ : انعم سبحان، نیو کراچی

جبران خلیل جبران

انا کا خول ہمیشہ محبت کو توڑتا ہے۔

مرسلہ : محمد ارسلان صدیقی، کراچی

علامہ اقبال

گمراہی بے شمار مصیبتیں ساتھ لاتی ہے۔

مرسلہ : ایم اختر اعوان، کراچی

شہید حکیم محمد سعید

اپنے قیمتی وقت کو کسی اچھے کام میں صرف کرو، چاہے اپنے لیے یا دوسروں کے لیے۔

مرسلہ : عبدالرافع، لیاقت آباد

اشفاق احمد

رشتوں کا احساس نہ ہو تو اپنے بھی اجنبی لگتے ہیں۔

مرسلہ : سلمان یوسف سمیجہ، علی پور

کمال اتاترک

زندگی کی مشکلوں کے آگے ہار نہ مانو، بلکہ ان کا مقابلہ کرو، آگے بڑھو، اور بڑھو اور بڑھتے چلے جاؤ۔

مرسلہ : ایمان، ماہ نور اشعر، دستگیر

شیکسپیئر

تمھاری عقل ہی تمھاری استاد ہے۔

مرسلہ : عبدالرحمن قیصر، شو مارکیٹ

جرمن کہاوت

خدا کی بخشی ہوئی طاقتوں سے ہمت والے ہی کام لیتے ہیں۔ مرسلہ : خرم خان، نارتھ کراچی

حمدِ باری تعالیٰ

شریف شیوہ

یہ زمیں ، آسمان تیرا ہے
رُونما ہر نشان تیرا ہے

چومتا ہوں میں اس لیے کعبہ
یہ مقدس مکان تیرا ہے

ہوگئیں دل سے خواہشیں رخصت
اب یہ خالی مکان تیرا ہے

ہر نظر تیری دید سے سرشار
ہر زباں پر بیان تیرا ہے

تُو اس دے یا رکھ محفوظ
دل تو اب ارمغان تیرا ہے

یاد جو کچھ تھا سب بھلا ڈالا
ہاں مگر اک دھیان تیرا ہے

شیوہ کیوں دھوپ کی کرے پروا
سر پہ جب سائبان تیرا ہے

روزے کے اثرات

نسرین شاہین

رمضان المبارک رحمتوں اور برکتوں کا مہینا ہے۔ روزے کو عربی میں صوم کہتے ہیں، جس کے معنی ہیں، کسی چیز سے رُک جانا۔ رمضان کے روزے ہر سمجھ دار اور بالغ مسلمان پر فرض ہیں۔ روزے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے، تاکہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔'' (یعنی بُرے کاموں سے بچو) (سورۂ بقرہ آیت نمبر ۱۸۳)

رمضان کے مبارک مہینے میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور محبت عروج پر ہوتی ہے۔ یہ مہینا انسان کی اصلاح اور اچھے اخلاق و کردار کی تربیت کے لیے نہایت اہم ہے۔ انسان پورے مہینے عمدہ تربیت سے گزرتا ہے۔ وہ چاہے تو اس عمل کو جاری رکھ کر ایک اچھا انسان بن سکتا ہے۔ اس طرح اس کی پوری زندگی بہت اچھی گزرے گی، پھر آخرت میں وہ جنت کا بھی مستحق ہوگا۔ روزے کے فضائل بہت وسیع ہیں۔

جو بچے روزے رکھنے کی عمر کو پہنچ چکے ہیں، وہ رمضان کے روزے رکھ کر اور نیک اعمال کر کے اچھے اخلاق اور کردار کے مالک بن سکتے ہیں۔ اس کے لیے سب سے پہلے تو روزے کا اصل مقصد سمجھ لیں۔ روزے کا مقصد صرف سارا دن بھوکا پیاسا رہنا ہی نہیں، بلکہ ایسی باتوں سے بچنا، جو اللہ کو ناپسند ہیں اور ایسے کام کرنے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے۔

یہ بات تو ہم سب ہی جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جھوٹ بولنے، کسی کو گالی دینے یا

بُرا کہنے سے، کسی کو دھوکا دینے سے، لڑنے جھگڑنے سے، چوری کرنے، غیبت کرنے، چغلی لگانے، تکبر کرنے، ظلم کرنے اور گندگی پھیلانے سے منع کیا ہے۔ رمضان میں روزہ رکھنے کے بعد اگر یہ کام کیے جائیں تو روزے کا مقصد تو ہرگز حاصل نہ ہو سکے گا۔ جب تک ان تمام بُرائیوں سے بچا نہ جائے گا۔

اسی طرح سچ بولنا، ہر ایک سے اچھے اخلاق سے پیش آنا، دوسروں کے ساتھ پیار اور ہمدردانہ رویہ رکھنا، دوسروں کے کام آنا، غریبوں کا خیال رکھنا، کسی کو بُرا نہ کہنا، ایمان داری سے کام کرنا، وقت ضائع نہ کرنا، محنت کرنا، سب سے محبت کرنا، صفائی ستھرائی کا خیال رکھنا، علم حاصل کرنا، اچھی باتیں سیکھنا۔ یہ وہ اعمال ہیں، جن سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے۔ یہی اعمال انسان کو اچھا بناتے ہیں۔

اس طرح روزے کا اصل مقصد بھی حاصل ہوتا ہے اور تربیت بھی ہوتی ہے۔ رمضان کے پورے روزے رکھنے والا جب بُرائیوں سے بچتا ہے اور اچھے عمل کرتا ہے تو اس کی اخلاقی تربیت کے اثرات سب کو نظر آتے ہیں، لوگ تعریف کرتے ہیں جو انسان کو نیک بنے رہنے کی ترغیب دیتے ہیں۔

روزے رکھنے والے بچوں کو یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ روزہ رکھ کر بُرائیوں سے بچنا ضروری ہے۔ جو انسان روزہ رکھ کر خود کو بُرائیوں سے نہ بچائے تو اسے روزہ رکھ کر کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اس کا روزہ بے مقصد ہی رہے گا۔ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کتنے ہی روزے دار ایسے ہیں کہ روزے سے بھوک اور پیاس کے سوا انھیں کچھ نہیں ملتا۔''

روزہ رکھ کر اچھے عمل کرنے سے ثواب ملتا ہے، اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے اور روزہ دار پورا مہینا اچھے عمل کی جو تربیت حاصل کرتا ہے اس کے اثرات رمضان المبارک کے بعد بھی رہتے ہیں اور سب لوگ اس کے اچھے اخلاق اور کردار کی وجہ سے اسے بہت پسند کرتے ہیں۔ روزہ رکھنے والے بچے کو معلوم ہے کہ رمضان کے روزے رکھنے میں اتنی تکلیف یا مشقت نہیں، جس قدر اس کے فائدے ہیں۔

روزہ دار کو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ وہ ہمدرد اور نیک انسان بن جاتا ہے اور سب اس سے مل کر خوش ہوتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر خوشی اور کیا ہوگی کہ آدمی ایک اچھا انسان بن جائے اور اللہ تعالیٰ اس سے خوش رہے۔ رمضان کے بعد یکم شوال کو عید الفطر کے دن خوشیاں منائیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ اس نے روزے رکھنے کی طاقت دی۔

پیارے بچو! رمضان المبارک تربیت کا مہینا ہے۔ بُرائیوں سے بچیں اور اللہ تعالیٰ کی خوش نودی حاصل کریں، اس طرح عید کے دن آپ کو روحانی آسودگی حاصل ہوگی۔ آیئے! خلوص اور محبت سے روزے رکھیں۔ ☆

ایک عظیم سائنس داں

مسعود احمد برکاتی

اسحاق نیوٹن کے باپ کا نام بھی اسحاق نیوٹن ہی تھا۔ اس کا باپ ایک معمولی کسان تھا اور بے کار سا آدمی تھا، مگر بے چارہ جوانی ہی میں چل بسا اور نیوٹن اس کی موت کے بعد ۲۵ دسمبر ۱۶۴۲ء کو پیدا ہوا۔ نیوٹن اس کا اکلوتا لڑکا تھا۔ نیوٹن پیدائش کے وقت اتنا کم زور تھا کہ نرسوں نے کہہ دیا تھا کہ یہ ایک دن سے زیادہ نہ جی سکے گا اور اس کی ماں کہا کرتی تھی کہ اس وقت نیوٹن کو ایک چھوٹی سی ہانڈی میں رکھا جا سکتا تھا۔

نیوٹن جب چھے سات سال کا ہوا تو اس کو پہلے اسکیلنگٹن (SKILLINGTON) اور پھر اسٹوک (STOKEX) کے اسکول میں داخل کیا گیا۔ اسکول میں پہلے پہلے وہ کوئی ذہین طالب علم نہیں ثابت ہوا اور وہ پڑھنے میں دل چسپی نہیں لیتا تھا۔ ایک مرتبہ کیا ہوا کہ اس کے اسکول کا لڑکا، جو اس سے تگڑا تھا، اس سے ناراض ہو گیا۔ نوبت لڑائی تک پہنچی اور نیوٹن کی اچھی خاصی مرمت ہو گئی۔ نیوٹن کو بڑا بُرا لگا، مگر کیا کرتا، طاقت میں تو اس سے کم تھا۔ اپنے دل میں اس نے بدلہ لینے کی ٹھانی، مگر جانتے ہو بدلہ کس طرح لیا! اس نے سوچا کہ پڑھائی میں محنت کر کے لوگوں کی توجہ کا مرکز بنوں اور اس پر اپنی برتری ثابت کروں۔ جب سے نیوٹن نے پڑھنے میں دل لگایا اور خوب لگایا اور اچھے طالب علموں میں گِنا جانے لگا۔

نیوٹن کی ماں اپنے لڑکے کو کسان بنانا چاہتی تھی۔ اگرچہ اُسے اس کام سے بالکل دل چسپی نہ تھی، مگر بے چارہ کیا کرتا، ماں کے آگے مجبور تھا۔ ایک ملازم کے ساتھ اس کو

ہر سنیچر کو گرین تھم (GRANTHAM) اناج بیچنے کے لیے جانا پڑتا تھا۔ وہ تھوڑی دور نوکر کے ساتھ جاتا اور وہاں کسی درخت کے سائے میں بیٹھ کر اس سے کہہ دیتا کہ تم جاؤ اور اناج بیچ کر جب واپس آؤ تو مجھے ساتھ لیتے جانا، مگر دیکھو، ماں سے مت کہنا۔ درخت کے نیچے بیٹھ کر وہ سوچ بچار کیا کرتا اور مطالعۂ قدرت میں مصروف ہو جاتا۔ اس کو ہل بیل سے زیادہ کتابیں پسند تھیں۔ اسے کسانوں کی صحبت نہ بھاتی، بلکہ وہ کتابیں پڑھ کر گویا مصنفوں کے ساتھ اپنا وقت گزارتا۔

پندرہ سال کی عمر میں اسے ریاضی اور میکا نکس (مشینوں کا علم) کا بڑا شوق تھا۔ اس کے ساتھی کھیل کود میں لگے رہتے اور وہ مشینوں سے چلنے والے عجیب عجیب کھلونے بنایا کرتا۔ اس نے بہت سی چیزیں اِکھٹی کر لی تھیں اور اسے ہاتھ سے کام کرنے کی بڑی مشق ہو گئی تھی۔ اس نے پون چکی اور پن گھڑی بنائی، جس کو اس پر سوار ہونے والا خود چلا سکتا تھا۔ اسی چیز نے بعد میں ترقی کر کے سائیکل کی صورت اختیار کر لی۔

ایک روز اس کا ماموں، جو قریب کے ایک گاؤں میں پادری تھا، اس کے ہاں آیا۔ اس نے اپنے بھانجے کو ریاضی میں دل چسپی لیتے دیکھا تو اپنی بہن (نیوٹن کی ماں) سے کہا کہ اسے کیمبرج بھیج دو۔ چناں چہ نیوٹن کو ۵ جون ۱۶۶۱ء کو ٹرینٹی کالج (TRINTY COLLEGE) میں داخل کر دیا گیا۔ جب شروع شروع نیوٹن کالج میں آیا تو اس کے لیے بہت سی چیزیں نئی تھیں۔ وہ ہر نئی چیز کو حیرت سے تکتا تھا، مگر یہی دیہاتی لڑکا آگے چل کر اتنا بڑا سائنس داں اور موجد بنا کہ اس کا نام اس کالج کے لیے فخر کا باعث ہے۔

ایک پروفیسر صاحب منطق کی ایک کتاب کلاس میں شروع کرانے والے تھے۔ نیوٹن نے اس سے پہلے کہ وہ کتاب کلاس میں پڑھانا شروع کی جائے، خود ہی ساری پڑھ ڈالی اور بڑے غور سے پڑھی۔ نیوٹن کو اس کتاب میں جو کچھ لکھا تھا، سب یاد ہو گیا تھا۔ پروفیسر صاحب نے جب کلاس میں وہ کتاب پڑھانا شروع کی تو انھیں اندازہ ہوا کہ نیوٹن تو پہلے سے ہی سب کچھ جانتا ہے۔ انھوں نے عاجز آ کر کہا: ''تمھیں یہ لیکچر سننے کے لیے کلاس میں آنے کی کیا ضرورت ہے۔ جو کچھ میں بتا رہا ہوں، وہ تم پہلے ہی سے جانتے ہو۔''

نیوٹن نے طالب علمی کے زمانے ہی میں علم ریاضی میں ایک نیا طریقہ ایجاد کر لیا تھا۔ اس کی شہرت اس کے کارناموں کی وجہ سے پھیلنے لگی اور لوگ اسے ایک بڑا ریاضی داں ماننے لگے۔ انگلستان کا شاہی ہیئت داں ایڈمنڈ ہیلی تھا۔ اس کو ایک دُم دار ستارے کے چکر لگانے کے دائرے کا صحیح حساب نہیں ملتا تھا۔ ہیلی، نیوٹن سے ملا اور مدد چاہی۔ نیوٹن نے بتایا کہ میں تو پہلے ہی حساب نکال چکا ہوں اور اپنے پاس وہ حساب کا کاغذ تلاش کرنے لگا، مگر کاغذ نہ ملنا تھا نہ ملا۔ ہیلی کو شبہ ہونے لگا کہ نیوٹن نے اپنی قابلیت کی دھونس جمانے کے لیے یوں ہی کہہ دیا اور اس نے کوئی حساب نہیں نکالا ہے، لیکن ہیلی کی حیرت کی انتہا نہ رہی، جب نیوٹن نے نئے سرے سے حساب لکھ کر اس کے حوالے کر دیا۔ اس نے نیوٹن سے کہا: ''تم نے سائنس کی تحقیقات کے متعلق جو اتنے سارے مضمون لکھ رکھے ہیں، انھیں مرتب کر کے کتاب کی صورت میں شائع کر دو۔ کتاب کی چھپائی میں جو کچھ خرچ آئے گا، وہ میں دوں گا۔''

ہیلی کے زور دینے پر نیوٹن راضی ہو گیا اور کتاب مرتب کرنا شروع کی۔ ڈیڑھ سال

تک وہ سخت محنت کرتا رہا۔ وہ رات کو دو دو بجے تک کام کرتا تھا اور کبھی کبھی لکھتے لکھتے صبح بھی کر دیتا تھا۔ کبھی اچانک کوئی خیال آ جاتا تو وہ میز کے سامنے کھڑے ہو کر لکھنا شروع کر دیتا اور گھنٹوں کھڑے ہی کھڑے لکھتا رہتا۔ اس کو اتنا بھی ہوش نہیں رہتا تھا کہ کرسی کھینچ کر اس پر بیٹھ ہی جائے۔ کبھی کبھی وہ کھانا کھانا بھی بھول جاتا تھا۔ اس طرح یہ کتاب تیار ہوئی۔

جانتے ہو سائنس کی عظیم کتاب کا نام کیا ہے؟ اس کتاب کا نام ہے ''پرنسی پیا'' دو ڈھائی سو سال تک کوئی دوسری اتنی بڑی سائنسی کتاب شائع نہ ہو سکی۔ کہتے ہیں کہ اتنے عرصے کے بعد ڈاکٹر آئن سٹائن کی کتاب شائع ہوئی، جو ''پرنسی پیا'' کے معیار کی مانی جاتی ہے۔

سنہ ۱۷۰۰ء میں ۵۸ سال کی عمر میں سر اسحاق نیوٹن کا انتقال ہوا۔ ☆

تحریر بھیجنے والے نونہال یاد رکھیں

☆ اپنی کہانی یا مضمون صاف صاف لکھیں اور اس کے پہلے صفحے پر اپنا نام اور اپنے شہر یا گاؤں کا نام بھی صاف لکھیں۔ تحریر کے آخر میں اپنا نام پورا پتا اور فون نمبر بھی لکھیں۔ تحریر کے ہر صفحے پر نمبر بھی ضرور لکھا کریں۔

☆ بہت سے نونہال معلومات افزا اور بلاعنوان کہانی کے کوپن ایک ہی صفحے پر چپکا دیتے ہیں۔ اس طرح ان کا ایک کوپن ضائع ہو جاتا ہے۔

☆ معلومات افزا کے صرف جوابات لکھا کریں۔ پورے سوالات لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

☆

آیا ہے رمضان

ارسلان اللہ خان

رب کا کتنا ہے احسان
دیکھو آیا ہے رمضان

رزق بڑھا ہر مومن کا
خوب سجے ہیں دسترخوان

قدر کریں ہم اس کی خوب
چند دنوں کا ہے مہمان

کریں حرم میں ہم افطار
سب کے دل کا ہے ارمان

حاصل کرکے ہم تقویٰ
اس سے پاتے ہیں فیضان

کیوں نہ لذت دے نیکی
قید میں جبکہ ہے شیطان

یہی مہینا تھا جس میں
بنا تھا اپنا پاکستان

رہ نہ جاؤ تم محروم
کرلو نیکی کا سامان

ذکر ہے اس کا قرآں میں
کتنا ہے یہ عالی شان

روزوں کی یہ برکت ہے
بڑھتا ہے سب کا ایمان

دوست بنے دشمن

ڈاکٹر عمران مشتاق

جب یہ دنیا آباد ہوئی تھی تو جانور ایک دوسرے کی بولی نہ صرف سمجھ سکتے تھے، بلکہ بول بھی سکتے تھے۔ وہ دوستوں کی طرح بڑی محبت سے رہتے تھے۔ دنیا امن کی جگہ تھی اور سب ایک دوسرے کا خیال رکھتے تھے۔ کتا، بلی اور چوہا بڑی محبت سے ساتھ ساتھ رہتے تھے۔ وہ اِکٹھا کھاتے، پیتے، ساتھ رہتے اور ایک دوسرے کی خوشیوں اور تکلیف میں شامل ہوتے۔ پھر ایک دن ایک غیر متوقع واقعہ کیا پیش آیا کہ سب کچھ ہی بدل گیا۔

ایک دن کتا گھر آیا تو اُس کے پاس ایک ہڈی تھی۔ بلی اور چوہا دونوں اُس وقت گھر پر نہیں تھے، کیوں کہ دونوں ہی کچھ کھانے پینے کی چیز ڈھونڈنے گئے تھے۔ کتے نے ابھی ہڈی زمین پر رکھی ہی تھی کہ اُسے ایک آواز سُنائی دی۔ وہ تیزی سے باہر کی طرف لپکا۔ اُسے شک ہوا تھا کہ اُس کا مالک کہیں کسی تکلیف میں نہ ہو یا پھر اُسے اُس کی ضرورت نہ ہو۔ ابھی کتے کو گئے چند لمحے بھی نہ ہوئے تھے کہ بلی تھکی ہاری اور خالی ہاتھ کمرے میں داخل ہوئی۔ اُس نے ہڈی فوراً اپنے قبضے میں کی اور کوئی جگہ ڈھونڈنے لگی، تاکہ ہڈی کو چھپا سکے۔ ڈھونڈنے کے دوران اُسے زمین میں ایک سوراخ نظر آیا۔ وہ کچھ دیر تک سوچتی رہی، پھر اُس نے سوراخ میں ہڈی چھپانے کا ارادہ ملتوی کرتے ہوئے مکان کی چھت کی طرف دیکھا اور پھر تیزی سے وہ مکان کی چھت پر پہنچ گئی۔

بلی دل ہی دل میں خوش ہو رہی تھی کہ جب رات آئے گی تو تینوں دوست مل کر مزے اُڑائیں گے اور خوب ہلا گلا کریں گے۔

کتا جب واپس آیا تو اُسے ہڈی کہیں بھی نظر نہ آئی۔ اُس نے سارے ہی کمروں

میں ہڈی کو ڈھونڈا، مگر اُس کی تلاش بے فائدہ رہی۔ اسی دوران چوہا بھی خالی ہاتھ گھر واپس آگیا۔ دونوں نے مل کر گھر کا کونا کونا چھان مارا، مگر ہڈی کو نہ ملنا تھا نہ ملی۔ دونوں نے ہار نہیں مانی اور اپنی تلاش جاری رکھی۔ چوہے اور کتے کو اچانک چھت پہ بلی کی جھلک نظر آئی تو دونوں کا ماتھا ٹھنکا۔ ضرور کوئی گڑبڑ تھی۔ ہڈی کی جھلک نظر آئی تو دونوں کو شک ہوا کہ بلی نے ہڈی کو اکیلے ہی اکیلے ہڑپ کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ چوہا جسامت میں بڑا اور طاقت ور تھا۔ اس نے دوڑ لگائی اور تھوڑی ہی دیر میں وہ بلی کے پاس چھت پر پہنچ چکا تھا۔ اُس نے بے چاری بلی کو صفائی کا موقع دیے بغیر ہی اُس کی دُم پر حملہ کر دیا۔

چوہے کے پے در پے حملوں سے بچتے ہوئے بمشکل بلی کہہ سکی: ''میرے دوست! میری بات تو سنو۔ میں ایک اچھے مقصد کے تحت یہ ہڈی اوپر چھت پر لائی تھی۔''

چوہا سخت غصے میں تھا۔ بلی کی ٹانگ کو منھ میں دباتے ہوئے بولا: ''مجھے تمھاری کوئی بھی دلیل متاثر کرنے والی نہیں۔ تم نے خود غرضی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہڈی چرانے کی کوشش کی ہے۔''

بلی اور چوہے کے بیچ یہ لڑائی جاری تھی کہ اس دوران ہڈی پھسل کر چھت سے نیچے گر گئی۔ ہڈی دیکھتے ہی کتا تیزی سے اُس کی جانب لپکا۔ ہڈی منھ میں دباتے ہی وہ مکان کے پائیں باغ کی جانب دوڑ پڑا۔

کتا پائیں باغ میں بیٹھا ان دونوں کا انتظار کرنے لگا۔ اُسے یقین تھا کہ جلد ہی وہ تینوں کسی فیصلے پر ضرور پہنچ جائیں گے کہ ہڈی کی تقسیم تینوں دوستوں میں کیسے ہو۔ وہ دونوں کتے کو ڈھونڈتے رہے۔

جب کچھ دیر ہوگئی تو کتے بھوک ستانے لگی۔ اُس نے یہ سوچا کہ وہ اپنا حصہ کھا کر، بلی اور چوہے کا حصہ چھوڑ دے گا۔

بلی جب مکان کے پائیں باغ میں پہنچی تو کیا دیکھتی ہے کہ کتا مزے سے ہڈی چبا رہا ہے۔ وہ ویسے ہی سخت غصے میں تھی، بلا سوچے سمجھے کتے پر جھپٹ پڑی۔ دونوں میں زور سے لڑائی ہونے لگی۔ دونوں ایک دوسرے کو کاٹنے اور بھنبھوڑنے لگے۔ چوہا الگ تاک میں تھا کہ ہڈی نیچے گرے تو میں لے بھاگوں۔ وہ کبھی بلی کی ٹانگ دبوچتا، کبھی کتے کی دُم منھ میں دبا لیتا۔ اُن کی لڑائی کا شور سُن کر اُن کا مالک وہاں آیا۔ اُس نے دونوں کو ڈانٹا اور الگ الگ کیا۔ چوہا، کتا اور بلی، مالک کے بیچ بچاؤ کرنے سے الگ الگ تو ہو گئے، مگر اُن کے دلوں میں پڑی گرہ نہ نکل سکی۔ وہ دن اُن کی دوستی کا آخری دن تھا۔

اُس دن کے بعد سے جب بھی ان کا ایک دوسرے سے آمنا سامنا ہوتا ہے تو کتا

فوراً ہی بلی پر حملہ کر دیتا ہے اور وہ بھی جوابی وار کرنے سے باز نہیں آتی۔ بلی کو جب بھی کہیں چوہا نظر آتا ہے تو وہ اُسے پکڑنے کے لیے دوڑ پڑتی ہے۔ بلی کے ڈر سے چوہے نے بل بنا کر رہنا شروع کر دیا اور وہ اپنے بل سے اُسی وقت نکلتا ہے، جب بلی آس پاس نہ ہو۔

ہڈی کے ایک ٹکڑے اور تین دوستوں کے بیچ ہونے والی غلط فہمیوں نے دوستی کے خوب صورت رشتے کو ختم کر ڈالا۔

فلپائن کی مائیں اپنے بچوں کو آج بھی جب یہ کہانی سناتی ہیں تو انھیں یہ بتانا نہیں بھولتیں کہ دوستی کے رشتے میں خود غرضی، بے ایمانی اور غلط فہمی کو کوئی گنجایش نہیں ہوتی۔ آپ کا کیا خیال ہے؟

☆

سال بھر کا انتظار ختم ہونے والا ہے

ہمدرد نونہال کا آیندہ شمارہ

ان شاء اللہ **خاص نمبر** ہوگا

☆ انوکھی، حیرت انگیز، سنسنی خیز، چٹپٹی اور جادوئی کہانیاں

☆ تاریخی، سائنسی، معلوماتی، مزاحیہ اور اخلاقی تحریریں

☆ شہید حکیم محمد سعید کی یاد رکھنے والی باتیں

☆ محترمہ سعدیہ راشد کی ایک خصوصی تحریر

☆ مسعود احمد برکاتی کی کام آنے والی باتیں

☆ دنیا کے ایک مشہور شکاری جم کاربٹ کی سنسنی خیز شکار کہانی

☆ م ۔ ص ۔ ایمن کا ایک خوب صورت مکمل ناولٹ

☆ آسان انعامی سلسلے، مزے دار لطیفے، خبر نامہ، نظمیں

خاص نمبر کے ساتھ ایک خاص تحفہ ہوگا

صفحات : ۲۸۰ .... قیمت : ۵۰ رُپے

ہر بک اسٹال پر دستیاب ہوگا۔

احتجاجِ مرغاں

انور فرہاد

''اے ماؤ! بہنو! بیٹو! بات اب ہماری برداشت سے باہر ہوگئی ہے، اس لیے اب ہمیں سر جوڑ کر فیصلہ کرنا چاہیے کہ یہ جو ہماری قوم پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں، ان کے خلاف ہمیں کیا کارروائی کرنی چاہیے؟''

ایک چبوترے نما پتھر پر کھڑی ایک مرغی ان بے شمار مرغیوں سے مخاطب تھی، جو سامنے کھلے میدان میں دور دور تک نظر آ رہی تھیں۔ تقریر کرنے والی مرغی نے اپنی بات آگے بڑھاتے ہوئے کہا: ''ہم نے آج یہ جلسہ اس لیے منعقد کیا ہے کہ آج یہ فیصلہ کر لیا جائے کہ ہم اپنے خلاف ہونے والے ظلم کو کس طرح روکیں؟''

اب ایک دوسرے مقرر نے سامنے آ کر پہلے ککڑوں کوں کا زوردار نعرہ لگایا، پھر
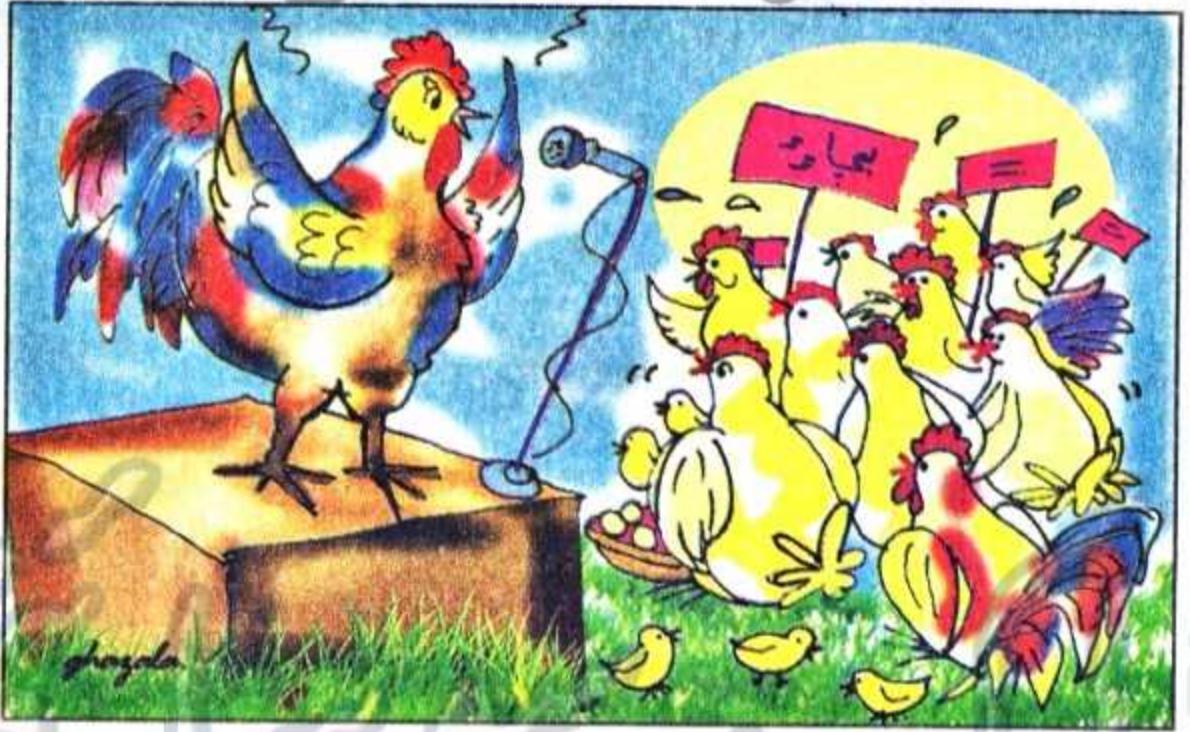
بولا: ''انسان ایسا ظالم ہے جو ہماری نسل کشی کے لیے ہمارے انڈے ہی نہیں کھا جاتا، خود ہمیں بھی ہڑپ کر جاتا ہے۔ محض اپنی زبان کے چٹخارے کے لیے ہمارے گلے پر چھری پھیرنے سے بھی باز نہیں آتا۔''

مرغے کی تقریر ختم ہوئی تو ایک مرغی نے حاضرین جلسے کو مخاطب کیا: ''میں بھائی ککڑوکوں سے اتفاق کرتے ہوئے کہوں گی کہ ہمیں ظالموں کو ظلم سے روکنا ہے، ان کی طرح ظلم نہیں کرنا۔ ہم انھیں بتائیں گے، سمجھائیں گے کہ ہمیں اپنا لقمہ بنانے کی بجائے دال کھالو، ساگ سبزی کھاؤ، یہ ظلم نہ کرو کہ اپنے گھر کی مرغیوں کو بھی دال برابر سمجھ کر چٹ کر جاؤ۔ سچ مچ دال سبزی کھا کر ہمیں بھی جینے کا حق دو۔''

اس مرغی کے بعد ایک اور مرغا تقریر کرنے آیا اور بولنا شروع کیا: ''معزز حاضرین جلسہ! ہمارا واسطہ ایسے ظالموں سے ہے جو بظاہر ہم پر بہت مہربان نظر آتے ہیں۔ ہم سے کہیں

بہتر طریقے پر ہمارے بچوں کی پرورش کرتے ہیں۔ ہمیں بیماریوں سے بچانے کے لیے ہمارا علاج بھی کرتے ہیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ سب کچھ وہ ہمارے لیے نہیں کرتے، اپنے آپ کو فائدہ پہنچانے کے لیے کرتے ہیں۔ ہمارے انڈوں کے ساتھ ہمیں بازاروں میں بڑے پیمانے پر فروخت کرنے کے لیے کرتے ہیں اور آپ سب جانتے ہیں کہ بازاروں میں ہمارے ساتھ کیا سلوک ہوتا ہے؟''

مرغا تقریر کر کے ہٹ گیا تو پھر ایک مرغی آئی۔ اس نے اپنی تقریر شروع کرتے ہوئے کہا: ''ابھی ہمارے بھائی نے جن مہربانیوں کا ذکر کیا ہے۔ ہم پر ان کی یہ مہربانی بھی کچھ کم نہیں کہ اپنی چھوٹی اور بڑی سے بڑی تقریب میں ہماری شمولیت کو اپنے لیے باعثِ عزت سمجھتے ہیں۔ کبھی بریانیوں میں، کبھی قورمے میں اور کبھی بروسٹ کی صورت میں ہمیں شرکت کا شرف بخشتے ہیں۔ یہاں تک کہ اپنی غم والم کی محفلوں میں بھی ہماری بوٹیاں نوچ کر ہم سے اپنی ازلی محبت کا ثبوت دیتے ہیں۔ پیارے بھائیو اور پیاری بہنو! اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم ان کی ایسی کرم فرمائیوں سے کیسے بچیں؟ اس سلسلے میں میری تجویز یہ ہے کہ ہمیں سر جوڑ کر یہ سوچنا اور غور کرنا چاہیے کہ کس طرح ہم اپنے آپ کو ان ظالموں سے بچائیں؟''

آخر یہ فیصلہ کیا گیا کہ پہلے چند دوسرے پالتو جانوروں سے مشورہ کرلیں۔ دیکھیں کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے چند مرغوں اور مرغیوں پر مشتمل ایک وفد بنا کر اسے یہ کام سونپا گیا۔

یہ وفد سب سے پہلے ایک گدھے سے ملا اور اُسے اپنا قومی مسئلہ بتا کر اس سے پوچھا: ''آپ بتائیے ہمیں کیا کرنا چاہیے؟''

''میں کیا بتاؤں؟ میں تو گدھا ہوں۔''

''یہ تو ہم بھی جانتے ہیں۔''

میں اپنے مالک کا ہر ظلم سہ کر چپ رہتا تھا۔ ایک بار مجھ سے چپ نہیں رہا گیا تو میں بول پڑا اور مار کھائی، اس لیے اب میں کچھ نہیں بولوں گا۔''

وفد گدھے سے مایوس ہو کر آگے بڑھ گیا۔ تھوڑی دور جا کر اس کی ملاقات ایک کتے سے ہوئی۔ وفد کے اراکین نے اپنی بپتا سنا کر کتے سے اُس ظلم و ستم سے بچنے کا راستہ پوچھا، جو انسان ان پر کرتا ہے۔ کتے نے رازدارانہ انداز میں ان سے کہا: ''دیکھو بھئی! ہم تو انسانوں کے وفادار دوست ہیں، اس لیے ہم اپنی وفاداری پر آنچ آنے والی کوئی بات نہیں کر سکتے۔''

وفد خاموشی سے آگے بڑھ گیا۔ اب اس کی ملاقات ایک گائے سے ہوئی۔ گائے نے وفد کی باتیں سن کر ٹھنڈی سانس لی اور بولی: ''ہم بھی تم لوگوں کی طرح اسی انسان کے ستائے ہوئے ہیں۔''

اگرچہ اس سے ہماری کوئی دشمنی نہیں۔ ہم تو انسانوں سے دوستی کے طور پر انھیں اپنا دودھ پلاتے ہیں۔ ہمارے بیل ان کے کھیت جوتتے ہیں۔ ان کی گاڑیاں کھینچتے ہیں، مگر انسان ہماری اس دوستی، محبت اور خدمت کا صلہ ہمارے گلوں پر چھری پھیر کر، ہماری کھال اُتار کر، ہماری بوٹیاں بنا کر دیتے ہیں۔ انسان ایسا سخت دل ہے جو روزانہ مجھ جیسی ہزاروں لاکھوں گایوں کو ہڑپ کر جاتا ہے۔ میں ایسے ظالموں سے تمھیں نجات کا کیا راستہ بتاؤں؟ اگر ان سے بچنے کا کوئی طریقہ تم کو معلوم ہو جائے تو مجھے بھی بتا دینا۔''

تھوڑی دور جا کر وفد کی ملاقات ایک گھوڑے سے ہوئی۔ گھوڑے نے وفد کی

درد بھری کہانی سن کر کہا: ''مجھے معلوم ہے انسان بڑی بے درد اور بے وفا مخلوق ہے۔ ایک وقت تھا جب وہ ہم سے خوب کام لیتا تھا۔ اس کی عام زندگی سے لے کر میدانِ جنگ تک ہم اپنی جان کی پروا کیے بغیر اس کی خدمت میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھتے تھے، مگر جب اس نے اپنی سواری کے لیے موٹر، ریل اور ہوائی جہاز بنا لیے تو ہمیں بے کار اور بے مصرف سمجھ کر نظر انداز کرنا شروع کر دیا۔ اب وہ ہمیں بس نمایشی طور پر استعمال کرتا ہے یا ریس کے میدان میں دوڑاتا ہے اور یہ خدمت بھی اس وقت تک لیتا ہے جب تک ہمارے اندر جان ہوتی ہے۔ جب ہم اس کی مرضی اور منشا کے مطابق دوڑ نہیں سکتے تو نہ صرف ہمیں اس کام سے فارغ کر دیتا ہے، بلکہ گولی مار کر دنیا ہی سے رخصت کر دیتا ہے۔ ہماری وفاداری اور قربانی کا یہ صلہ دیتا ہے انسان ہمیں۔''

ایک بلی جو قریب ہی بیٹھی گھوڑے اور مرغیوں کی باتیں سن رہی تھی، اس نے وفد کو اشارے سے اپنے پاس بلا کر کہا: ''میں نے تمھارا سوال بھی سنا ہے اور گھوڑے کا جواب بھی۔ ارے بھئی انسانوں نے اب اگر اپنی سہولت اور تیز رفتار سفر کے لیے گاڑیاں، ریل اور ہوائی جہاز بنا لیے ہیں تو ان گھوڑوں کو تو ان کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ میلوں کے سفر کی تکان سے اور جنگوں میں مارے جانے سے ان کی جان بچ گئی ہے۔ یہ ناشکرا اُلٹا ان کی شکایت کر رہا ہے۔ جب کہ انسانوں کا اس پر یہ احسان بھی کیا کم ہے کہ وہ انھیں بھیڑ، بکریوں، گایوں اور بھینسوں کی طرح اپنی غذا کے طور پر استعمال نہیں کرتا۔''

''انسان تو بلیوں کو بھی نہیں کھاتے۔'' ایک مرغے نے کہا۔

''ہاں اس بات پر ہم اللہ کے بعد ان کا شکر ادا کرتے ہیں۔''

مرغیوں کے وفد کے ایک رکن نے کہا: ''مگر ہمیں تو وہ نہیں بخشتے۔ خالہ ہمیں مشورہ دیجیے ہم کیا کریں؟''

شیر کی خالہ نے چند لمحے سوچ کر جواب دیا: ''تم لوگ انڈے دینا بند کر دو۔''

''اس سے کیا ہوگا؟''

''انھیں کھانے کو تمھارے انڈے نہیں ملیں گے۔''

''مگر ہم جوان کے کھانے کو موجود ہوں گے؟''

''کب تک؟ آخر کب تک وہ تمھیں کھائیں گے؟''

''ارے واہ خالہ جی! آپ تو اچھا مشورہ دے رہی ہیں۔ گویا آپ چاہتی ہیں کہ ہماری پوری نسل ہی ختم ہو جائے۔'' یہ کہتے ہوئے مرغیوں کا وفد آگے بڑھ گیا۔ کچھ آگے جانے کے بعد وفد کو پنجرے میں بند ایک توتا نظر آیا۔ ایک مرغا بولا: ''دیکھو، یہ بھی انسانوں کے ہاتھوں ستایا ہوا ہے۔ آؤ اس کی رائے معلوم کرتے ہیں۔''

وفد پنجرے کے قریب گیا، مگر ابھی اس نے کچھ بھی کہا نہیں تھا کہ توتے نے ہانک لگائی: ''جو چوری کھلائے گا، توتا اسی کے گن گائے گا۔''

ایک مرغی بولی: ''چلو اس سے بات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اسے انسان چوری کھلاتا ہے، اس لیے یہ اسی کے گُن گائے گا۔''

وفد نے واپس آکر اپنے بڑوں کو رپورٹ پیش کر دی۔ کتے اور بلی کے علاوہ کوئی انسانوں کا حمایتی نہیں۔ سب انسانوں کے ہاتھوں ستائے ہوئے ہیں۔ ان کے پاس ان سے نجات کا کوئی طریقہ نہیں۔ جب کہ کتے اور بلی کا مشورہ ہے کہ ہم بھی ان کی طرح دُم دبا کر ان کے ساتھ رہیں۔ ان کے ظلم و ستم سہیں اور ان سے وفاداری نبھائیں۔''

سب سوچ میں پڑ گئے۔ اب کیا کریں؟ کس سے مشورہ کریں؟ کس سے مدد مانگیں۔ سوچتے سوچتے انھیں ایک اور خیال آیا۔ کیوں نہ ہم جنگل کے بادشاہ شیر سے انسانوں کی

شکایت کر کے ان سے رحم کی اپیل کریں۔ وہ شیر ہیں، دلیر ہیں، اس لیے ظالم انسانوں کو زیر کرنے میں دیر نہیں لگائیں گے۔

ذرا دیر بعد مرغیوں کا پورا وفد دربار میں حاضر تھا۔ شیر نے اپنے تمام درباریوں کے ساتھ انھیں خوش آمدید کہا اور ان سے پوچھا: ''آپ سب کہاں سے تشریف لائے ہیں اور ہمارے لیے کیا پیغام لائے ہیں؟''

''ہم انسانوں کی آبادی سے آئے ہیں۔''

''کیا انسانوں کا کوئی پیغام لے کر آئے ہیں؟ انھوں نے ہمارے لیے خیر سگالی اور دوستی کا کوئی پیغام بھیجا ہے؟''

''جی نہیں۔ ہم آپ سے ان کی شکایت کرنے آئے ہیں۔ آپ سے درخواست کرنے آئے ہیں کہ ہمیں ان کے ظلم وستم سے نجات دلائیں۔'' یہ کہتے ہوئے وفد کے خاص خاص اراکین نے انسانوں کے مظالم کی داستان سنادی۔

جنگل کے بادشاہ نے مظلوموں کی فریاد سن کر کہا: ''انسان سے کسی احسان کی توقع کرنا ہی فضول ہے۔ انسان تو وہ مخلوق ہے جس کی درندگی سے ہم بھی انکار نہیں کر سکتے۔ اس کے باوجود میں کہوں گا کہ تمھارے جو حالات ہیں اس کے ذمے دار تم خود ہو۔ تم ان کے ساتھ رہو گے، ان کی بخشی ہوئی روزی پر زندہ رہو گے تو وہ تمھارے ساتھ یہی سلوک کریں گے۔ تم لوگوں کی طرح جتنے بھی جانور جنگل کی آزاد زندگی سے رشتہ توڑ کر انسانوں کی آبادیوں میں جا بسے، انسانوں کے فرماں بردار بن گئے۔ ان کے دانے دُنکے اور چارے پر گزارا کرنے لگے، انسان ان کے ساتھ جس طرح کا بھی برتاؤ کریں، اس سے انھیں کوئی نہیں روک سکتا۔ جو بھی اپنی آزادی کا دوسروں کے ہاتھوں سودا کرے گا، اس کا یہی حشر ہوگا۔''

☆

یہ گلستاں ہمارا

اُفق دہلوی

جنت سے کم نہیں ہے دارالاماں ہمارا
ہم بلبلیں ہیں اس کی ، یہ گلستاں ہمارا

موسم ہیں اس کے دل کش ، آب و ہوا سہانی
گلشن کا ہے محافظ ہر باغباں ہمارا

چاروں طرف ہے سبزہ ، ہیں پھول نکھرے نکھرے
سیراب کر رہا ہے ابرِ رواں ہمارا

پوچھو نہ راستے میں کیا کیا مقام آئے
گزرا کہاں کہاں سے یہ کارواں ہمارا

ہر دھوپ سے ہوئے ہم محفوظ جس کے صدقے
قائم رہے خدایا! یہ سائباں ہمارا

اب ارتقا کی جانب یہ ملک گامزن ہے
عظمت کو چھو رہا ہے ہر نوجواں ہمارا

جتنی بھی چاہے کرلیں کوشش ہمارے دشمن
ممکن نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا

مت بھول کر بھی کرنا تم اس سے چھیڑ خانی
فولاد کی چٹاں ہے فوجی جواں ہمارا

جس پر اُفق ہے ایماں ہم سب مسلموں کا
یکتا عظیم تر ہے وہ پاسباں ہمارا

علم دریچے

زیادہ سے زیادہ مطالعہ کرنے کی عادت ڈالیے اور اچھی اچھی مختصر تحریریں جو آپ پڑھیں، وہ صاف نقل کر کے یا اس تحریر کی فوٹو کاپی ہمیں بھیج دیں، مگر اپنے نام کے علاوہ اصل تحریر لکھنے والے کا نام بھی ضرور لکھیں۔

اپنا بھید

مرسلہ : سمعیہ خیر محمد پھلل، پھلل شہر

ایک بادشاہ نے اپنے غلام سے ایک راز کی بات کہی اور اسے منع کیا کہ اس بات کو کسی دوسرے پر ظاہر نہ کرے۔

ایک سال تک تو کچھ نہ ہوا۔ پھر کسی دوست کے سامنے راز کی بات غلام کے منھ سے نکل گئی۔ اس نے دوست کو تاکید کی کہ یہ بات کسی دوسرے کو نہ بتانا، لیکن دوست نے بھی اس طرح کسی دوسرے کو یہ بات بتادی۔ پھر یہ بات ہر طرف پھیل گئی۔ بادشاہ کو علم ہوا تو اس نے غضب ناک ہو کر حکم دیا کہ جس جس کو یہ راز پتا ہے، ان سب کے سر قلم کر دو۔

پہلے والے غلام نے امان چاہی اور عرض کیا: ''اے بادشاہ! اپنے غلاموں کو قتل نہ کریں کہ اس خطا کی ابتدا آپ نے کی ہے۔ آپ نے شروع ہی میں چشمے کا منھ بند کیوں نہ کیا۔ جب وہ سیلاب بن گیا تو اس کے آگے بند باندھنے کا کیا فائدہ۔''

بادشاہ نے دلیل سنی تو لاجواب ہو گیا اور سب کو معاف کر دیا۔

مسئلہ

مرسلہ : سیدہ اریبہ بتول، لیاری، کراچی

ایک دفتر کے ڈائریکٹر دوسرے شعبے کے ڈائریکٹر سے پوچھ رہے تھے: ''بھئی، تم نے اپنے سیکرٹری کو ملازمت سے کیوں نکال دیا؟''

''اسے کسی لفظ کی اسپیلنگ ہی نہیں آتی تھی۔ جب بھی میں کوئی خط لکھوانے بیٹھتا تھا، وہ لفظ کی اسپیلنگ پوچھتا رہتا تھا۔'' دوسرے ڈائریکٹر نے جواب دیا۔

''یہ تو واقعی بڑا مسئلہ تھا، بار بار کی مداخلت سے تمھیں کوفت ہوتی ہوگی؟'' پہلے ڈائریکٹر نے ہمدردی سے کہا۔

''مداخلت کی تو خیر کوئی بات نہیں، لیکن میرے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا تھا کہ ہر لفظ کی اسپیلنگ ڈکشنری میں تلاش کرتا رہتا۔'' دوسرے ڈائریکٹر نے جواب دیا۔

سائنسی معلومات

مرسلہ : **محمد ارسلان صدیقی، کراچی**

☆ فضا میں سب سے زیادہ نائٹروجن گیس پائی جاتی ہے۔

☆ سب سے زیادہ وزنی پھل ''کٹھل'' ہے۔

☆ سب سے بڑا پھول ''ریفلیسیا'' ہے۔

☆ سنگترے کا پودا پانچ سال کی عمر میں پھل دینے لگتا ہے۔

☆ بانس کا پودا سب سے زیادہ تیزی سے بڑھتا ہے۔

☆ سب سے پرانے درخت کیلیفورنیا (امریکا) میں پائے جاتے ہیں۔

☆ سورج سے نزدیک ترین سیارہ ''عطارد'' اور دور ترین سیارہ ''پلوٹو'' ہے۔

☆ انسانی جسم میں ہڈیوں کی تعداد ۲۰۶ ہوتی ہے۔

☆ انسانی جسم میں سب سے بڑی ہڈی ''ران کی ہڈی'' ہوتی ہے۔

☆ انسانی ریڑھ کی ہڈی ۳۳ ہڈیوں سے مل کر بنتی ہے۔

☆ انسانی جسم کا سرد ترین حصہ ناک کی نوک ہے۔

ریفلیسیا آرنولڈی

مرسلہ : **محمد ارسلان رضا، کہروڑ پکا**

انڈونیشیا میں جنگلی پودوں کی ایک ایسی نایاب قسم پائی جاتی ہے، جس کا ایک پھول مکمل طور پر کھل کر تین فیٹ چوڑا ہو جاتا ہے۔ گہرے سرخ رنگ کے اس پھول کا وزن گیارہ کلو تک ہوتا ہے۔ ریفلیسیا آرنولڈی نامی اس پھول کا شمار دنیا کے سب سے بڑے پھول میں کیا جاتا ہے۔

یہ جنگلی پودا جنوب مشرقی ایشیا کے جنگلات میں پایا جاتا ہے۔ اس دھبے دار منفرد پھول کے درمیانی حصے میں ایک بڑا سوراخ بھی ہوتا ہے، جس میں تقریباً ڈیڑھ گیلن پانی باآسانی محفوظ کیا جاسکتا ہے۔

یہ پھول سال میں صرف ایک ہی بار کِھلتا ہے، جب کہ اس پھول کی زندگی کچھ دنوں کی ہوتی ہے۔

اس پھول کو انڈونیشیا سے تعلق رکھنے والے سائنس دان ریفلیسیا آرنولڈی نے ۱۸۱۸ء میں دریافت کیا تھا۔ اس پھول کا نام ان کے نام پر ہی رکھا گیا ہے۔ اس پھول کی پانچ پنکھڑیاں ہوتی ہیں، جو بند گوبھی کی طرح نظر آتی ہیں۔ یہ ایک میٹر طویل اور ایک انچ تک موٹی ہوتی ہیں۔ اس پھول کی نہ تو کوئی جڑ ہے اور نہ کوئی تنا، بلکہ یہ اپنے خول میں کِھلتا ہے۔

اس پھول کی مختلف اقسام انڈونیشیا اور ملائیشیا میں پائی جاتی ہیں۔

نمک پارے

مرسلہ : عبیرہ صابر، کراچی

☆ کہتے ہیں کہ آواز کی رفتار روشنی کی رفتار سے کم ہوتی ہے۔ ٹھیک کہتے ہیں، کیوں کہ ہمارے بزرگ ہمیں جو باتیں بچپن میں بتاتے ہیں، وہ چالیس برس بعد ہمیں سنائی دیتی ہیں۔

☆ ایک کنجوس کا آخری وقت تھا۔ اس نے مشورہ دیا: ''اگر میرے جنازے کو ٹھیلے پر رکھ کر لے جاؤ تو چار آدمیوں کے بجائے ایک آدمی بھی کافی ہے۔''

☆ ٹیلے وژن کی ایجاد سے پہلے کوئی یہ نہیں جانتا تھا کہ سر درد دیکھنے میں کیسا ہوتا ہے۔

فرض شناس

مرسلہ : کومل فاطمہ اللہ بخش، لیاری

شام کے ملگجے اندھیرے میں پولیس انسپکٹر نے ایک نئے بھرتی ہونے والے سپاہی کو سڑک پر پولیس موبائل سے اُتارا اور اشارے سے بتایا: ''تمھاری ڈیوٹی اس عمارت سے لے کر اس سگنل تک ہے۔''

انسپکٹر نے کافی دور دُھندلاہٹ میں جھلملاتی ہوئی ایک لال بتی کی طرف اشارہ کیا اور پھر کہا: ''صبح تھانے پہنچ کر رپورٹ کر دینا۔''

سپاہی کئی روز تک تھانے نہیں پہنچا۔ آخر دسویں دن اسے گم شدہ قرار دینے پر غور ہو رہا تھا کہ وہ آن پہنچا۔ اس کی وردی

کا اصل رنگ اڑ چکا تھا۔ جوتے پھٹ چکے تھے، سر سے پاؤں تک وہ گرد میں اَٹا ہوا تھا اور شکل پر وحشت طاری تھی۔

سیلوٹ مار کر رپورٹ دیتے ہوئے بتایا: ''سر! وہ جو لال بتی آپ نے مجھے دکھائی تھی، وہ ایک ٹرک کی تھی...... اور ٹرک پشاور جا رہا تھا۔''

خیالی شیر

مرسلہ: محمد احمد غزنوی، دیر لوئر

کسی علاقے کے لوگ اپنے ہاتھوں پر شیر یا چیتے کی تصویر بنوالیا کرتے تھے۔

ایک کم ہمت شخص تصویر بنوانے گیا اور تصویر بنانے والے سے کہا کہ میرے ہاتھ پر شیر بنا دے۔ اس نے جب سوئی آگ میں گرم کر کے اس کے ہاتھ پر رکھی تو تکلیف سے اس کی چیخ نکل گئی: ''پہلے کیا بناتے ہو؟''

اس نے کہا: ''دُم پہلے بناتا ہوں۔''

آدمی نے کہا: ''ارے، بغیر دُم کے بھی تو شیر بن سکتا ہے۔''

اس مصور نے دوبارہ سوئی گرم کی اور اس کی کھال پر رکھی۔ وہ پھر چلایا اور کہا: ''ارے، اب کیا بناتے ہو؟''

مصور نے کہا: ''اب کان بناتا ہوں۔''

وہ بولا: ''ارے ظالم! بغیر کان کے بھی تو شیر ہو سکتا ہے۔''

مصور نے پھر سوئی گرم کی اور اس کی جلد پر رکھی، وہ پھر چیخا: ''اب کیا بنا رہے ہو؟''

اس نے کہا: ''اب شیر کا پیٹ بنا رہا ہوں۔''

اس نے کہا: ''رہنے بھی دو، بغیر پیٹ کے ہی شیر بنا دے۔''

اسی طرح جب سر بنانے سے بھی اس نے انکار کیا تو مصور نے غصے سے جھنجلا کر سوئی پھینک دی اور کہا: ''چلو بھاگو یہاں سے، بے سر، بے دُم، بے پیٹ کا شیر کس نے دیکھا۔ اس طرح کا شیر تو خدا نے پیدا ہی نہیں کیا۔''

☆☆☆

معلومات ہی معلومات

غلام حسین میمن

نام کا حصہ

اردو کے مشہور ادیب اور مؤرخ علامہ شبلی نعمانی ۱۸۵۷ء میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے اپنے نام کے ساتھ نعمانی کا اضافہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے اصل نام نعمان بن ثابت کے نام کا حصہ لگا کر اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ انھیں شمس العلماء (علماء کا سورج) کا خطاب ملا۔ ان کا انتقال ۱۹۱۴ء میں ہوا۔ سید سلیمان ندوی ان کے لائق شاگرد تھے۔

اردو کے ادیب اور فوج کے شعبہ تعلقات عامہ سے تعلق رکھنے والے صدیق سالک کا اصل نام محمد صدیق تھا۔ وہ ۱۹۴۵ء میں ضلع گجرات کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے کئی کتابیں لکھیں، جن میں ہمہ یاراں دوزخ، پریشر ککر، میں نے ڈھاکا ڈوبتے دیکھا شامل ہیں۔ انھوں نے اپنے نام کے ساتھ سالک کا اضافہ مولانا عبدالمجید سالک سے متاثر ہو کر کیا۔ اس کا اظہار انھوں نے اپنی خود نوشت ''سیلوٹ'' میں کیا ہے۔ وہ ۱۷- اگست ۱۹۸۸ء کو فضائی حادثے میں جاں بحق ہوئے۔ جہاز میں صدرِ پاکستان محمد ضیاء الحق بھی سوار تھے۔

خطوط نگاری

اردو ادب میں خطوط نگاری کا سلسلہ مرزا غالب نے شروع کیا، جو بعد میں کتابی شکل میں شایع ہوئے۔ مرزا غالب کے خطوط کا مجموعہ ''اردوئے معلیٰ'' اور ''عودِ ہندی'' کے نام سے شایع ہوا۔ ان کے علاوہ مولانا ابوالکلام آزاد کے خطوط کا مجموعہ ''غبارِ

خاطر'' کے نام سے شایع ہوا۔

اردو ادب میں فرضی خطوط بھی کتابی شکل میں ناول کے انداز میں شایع ہوئے۔ اردو ادب میں مقبول کتاب ''لیلیٰ کے خطوط'' قاضی عبدالغفار کی لکھی ہوئی ہے۔ بعد میں انھوں نے ''مجنوں کی ڈائری'' بھی لکھی۔

کم عمری میں پہلی سنچری

کرکٹ کے مایہ ناز پاکستانی کھلاڑی شاہد آفریدی نے جب ایک روزہ بین الاقوامی میچوں میں اپنی پہلی سنچری اسکور کی تو اس وقت ان کی عمر ۱۶ سال تھی۔ وہ ایک روزہ کرکٹ میں سنچری اسکور کرنے والے دنیا کے سب سے کم عمر کھلاڑی ہیں۔

بنگلہ دیش کے کھلاڑی محمد اشرف المتین نے جب اپنی پہلی ٹیسٹ سنچری اسکور کی تو اس وقت ان کی عمر ۱۶ سال تھی۔ وہ اپنے اولین ٹیسٹ میں سنچری کرنے والے دنیا کے سب سے کم عمر کھلاڑی ہیں۔

جاسوسی کردار

شرلاک ہومز، انگریزی کے جاسوسی ناول نگار سر آرتھر کانن ڈائل (SIR ARTHUR CONAN DOYLE) کا تخلیق کردہ کردار ہے۔ وہ خود پیشے کے اعتبار سے ڈاکٹر تھے۔ وہ ۲۲ مئی ۱۸۵۹ء کو پیدا ہوئے۔ شرلاک ہومز کے ساتھی کردار کا نام ڈاکٹر واٹسن تھا۔ سر آرتھر کانن ڈائل کا انتقال ۷ جولائی ۱۹۳۰ء کو ہوا۔

اسی طرح کا دوسرا مشہور کردار ''جیمس بانڈ'' ہے۔ اس پر کئی فلمیں بھی بن چکی ہیں۔ یہ کردار این فلیمنگ (IAN FLEMING) نے تخلیق کیا تھا۔ وہ ۲۸ مئی ۱۹۰۸ء کو پیدا

ہوئے۔ ان کا تعلق انگلینڈ سے تھا۔ دوسری جنگِ عظیم کے دوران وہ بحری انٹلی جینس میں کام کرتے رہے۔ ۱۹۵۳ء میں ان کا پہلا ناول شایع ہوا۔ این فلیمنگ کا انتقال ۱۲- اگست ۱۹۶۴ء کو ہوا۔

کتابوں کی کتاب

''کتابوں کی کتاب'' شہید حکیم محمد سعید کی کتاب کا عنوان ہے۔ شہید حکیم محمد سعید کو جو بھی کتاب اور رسائل کے تحفے ملتے، وہ نہ صرف اس کے شکریے کی رسید دیتے، بلکہ اس پر بھرپور تبصرہ بھی کرتے تھے۔ ان ہی تبصروں اور کتابوں کے تعارف پر مبنی یہ کتاب مطالعے کے لائق ہے۔

اسی عنوان سے ایک کتاب مولانا الیاس احمد نے بھی مرتب کی ہے۔ اس میں انھوں نے اپنی زیرِ مطالعہ کتابوں سے کئی مفید اور بار بار پڑھے جانے والے اقتباسات کا انتخاب کیا ہے۔

عجیب اتفاق

مستنصر حسین تارڑ نے اپنے ادبی سفر کا آغاز سفرنامے لکھ کر کیا۔ وہ سیاح ہیں۔ بعد میں انھوں نے ٹی وی کے لیے ڈرامے بھی لکھے اور آج کل وہ اخبارات میں کالم لکھتے ہیں۔

اسی طرح عطاء الحق قاسمی کے ادبی سفر کا آغاز سفرنامے لکھنے سے ہوا۔ بعد میں انھوں نے بھی ٹی وی کے لیے ڈرامے لکھے اور آج کل وہ بھی کالم تحریر کرتے ہیں۔

☆☆☆

نامعلوم مہربان

عاصمہ فرحین

جیسے ہی سیٹھ شوکت اپنی گاڑی سے باہر نکلے، پہلے سے وہاں گھات لگائے لڑکوں نے انھیں گھیر لیا: ''خبردار! اگر کوئی حرکت کی تو گولیوں سے بھون دیں گے۔'' سب سے آگے والا نوجوان جو شاید ان کا سرغنہ بھی تھا، سیٹھ شوکت پر ریوالور تان کر بولا۔

سیٹھ شوکت اور ان کا ڈرائیور اللہ رکھا چپ چاپ دم سادھے کھڑے ہو گئے۔ سیٹھ شوکت کے ہاتھ میں دو بریف کیس تھے۔ ایک کالے رنگ کا تھا اور دوسرا نیلے رنگ کا، جو دیکھنے میں پرانا معلوم ہوتا تھا۔

''جلدی سے پیسے نکالو، ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔'' وہی لڑکا جو لال رنگ کا نقاب لگائے ہوئے تھا، چیخا۔

سیٹھ شوکت کو جیسے اس کی بات سن کر ہوش آ گیا تھا۔ انھوں نے اسے کالے رنگ کا بریف کیس اس کی طرف بڑھا دیا۔

''دوسرا بھی دو!'' دوسرا ڈاکو غرایا۔

''یہ تمھارے کام کا نہیں۔ اس میں رقم نہیں ہے۔'' سیٹھ شوکت ہچکچائے۔

''تم سوٹ کیس پکڑاتے ہو یا نہیں؟'' اس نے ریوالور سیدھا کیا۔ ایسا لگتا تھا کہ جیسے ابھی گولی مار دے گا۔

اچانک ان کا ڈرائیور اللہ رکھا، سیٹھ شوکت کے سامنے آ گیا: ''صاحب! اسے سوٹ کیس دے دیں اور باقی معاملہ اللہ پر چھوڑ دیں۔'' یہ کہہ کر اس نے سوٹ کیس سیٹھ شوکت کے ہاتھ سے لے کر لال نقاب پوش کو دے دیا۔

''اگر پولیس اسٹیشن میں ہمارے خلاف رپورٹ درج کرائی تو تمھارے لیے اچھا نہیں ہوگا۔'' وہ لال نقاب پوش جاتے جاتے بھی انھیں دھمکی دینا نہیں بھولا تھا۔

سیٹھ شوکت کے ساتھ اس حادثے کو ہوئے تین ماہ گزر چکے تھے، مگر ابھی تک وہ اس واقعے کو بھلا نہیں پائے تھے۔ انھیں رقم کا افسوس نہیں تھا، کیوں کہ ان کا شمار ملک کے ایسے کاروباری لوگوں میں ہوتا تھا، جو بے حساب دولت کماتے ہیں۔ آج بھی وہ دفتری کاموں سے فارغ ہو کر اسی واقعے کے بارے میں سوچ رہے تھے۔ نیلے بریف کیس میں ان کے انتہائی اہم کاغذات تھے، جن کا گم ہونا ان کے لیے پریشانی کا باعث تھا۔

اتنے میں چپڑاسی نے انھیں اطلاع دی کہ چار نوجوان آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ وہ چونک گئے۔ انھوں نے فوراً انھیں اندر بلوالیا اور ایک مسکراہٹ ان کے ہونٹوں پہ پھیل گئی۔

وہ چاروں نوجوان شکل وصورت سے شریف نظر آتے تھے۔

''آپ کی ایک امانت ہمارے پاس ہے۔ ہم چاہتے تھے کہ وہ آپ کو لوٹا دیں۔'' لمبے قد والے نوجوان نے نیلے رنگ کا بریف کیس ان کے آگے رکھتے ہوئے کہا۔

''مگر یہ تمھارے پاس کہاں سے آیا؟'' سیٹھ شوکت نے حیرت سے پوچھا۔

ان کی یہ بات سن کر وہ چاروں نوجوان ان کے قدموں میں بیٹھ گئے۔

''ارے، ارے، یہ کیا کر رہے ہو؟'' سیٹھ شوکت نے اپنی کرسی سے اُٹھنے کی کوشش کی۔

''وہی جو ہمیں پہلے کرنا چاہیے تھا۔'' وہ روتے ہوئے بولے۔

''مگر آخر ہوا کیا؟ مجھے کچھ بتاؤ تو سہی؟'' سیٹھ شوکت نے پوچھا۔

''چلو تم بتاؤ!'' ان میں سے ایک نے لمبے قد والے لڑکے سے کہا۔

لڑکے کے بولنے سے پہلے ہی سیٹھ شوکت نے پوچھا: ''تمھارا نام کیا ہے؟''

''نعمان!'' اس لڑکے نے جواب دیا: ''ہم اس شہر کی سب سے غریب آبادی میں رہتے ہیں۔ میرے والد کا انتقال بچپن میں ہو گیا تھا اور والدہ گھروں کے چھوٹے موٹے کام کرتی تھیں۔ مشکل سے ہمیں دو وقت کی روٹی نصیب ہوتی تھی۔ پڑھنا تو بہت مشکل تھا، مگر اچانک ہمارے گھر پر اللہ مہربان ہو گیا۔ ہماری والدہ نے مجھے اور میرے چھوٹے بہن بھائیوں کو اسکول میں داخل کروا دیا۔ میں بڑا ہوا تو میرے دل میں اس خواہش نے جنم لیا کہ میں اپنی والدہ سے کوئی کام نہیں کراؤں گا۔ اس لیے شام کو کوئی کام کرتا اور صبح پڑھتا، مگر گریجویشن کر لینے کے بعد بھی مجھے کوئی ڈھنگ کی نوکری نہیں ملی۔ کاروبار کے لیے رقم نہ تھی۔ ہم چاروں دوستوں نے مل کر نقلی اسلحہ خریدا اور لوگوں کو ڈرا دھمکا کر لوٹنے لگے۔ اس دن آپ کو لوٹنے والے ہم لوگ تھے۔'' یہ کہہ کر وہ چپ ہو گیا۔

''پھر تم یہ بیگ واپس لے کر کیوں آ گئے؟'' سیٹھ شوکت بے چینی سے پہلو بدلنے لگے۔

اب کی بار دوسرا نوجوان توقیر بولا: ''ہم بہت خوش تھے، کیوں کہ آج تک ہم نے اتنی رقم حاصل نہیں کی تھی۔ ہم نے اس رقم کو آپس میں بانٹنا اور خرچ کرنا شروع کر دیا۔ پھر ہم نے سوچا کہ کیوں نہ اس نیلے بیگ کو بھی کھولا جائے، تاکہ اس کی رقم بھی بانٹ لی جائے تو جب ہم نے اسے کھولا تو......'' اتنا کہہ کر دوسرا نوجوان خاموش ہو گیا۔

''خاموش کیوں ہو گئے، آگے بتاؤ! آخر سوٹ کیس میں ایسا کیا تھا جو تم یہ بیگ واپس دینے پر مجبور ہو گئے؟'' نوجوان کے ایک ساتھی نے کہا۔

اس نے سیٹھ شوکت کی طرف ندامت سے دیکھا اور کہا: ''اس میں خط تھے، بہت سارے خط۔''

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-
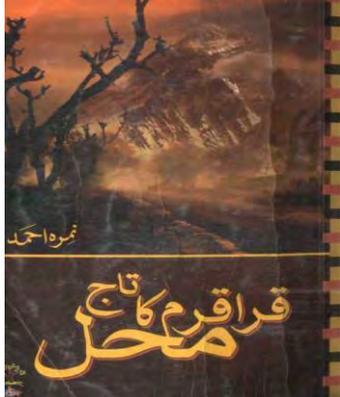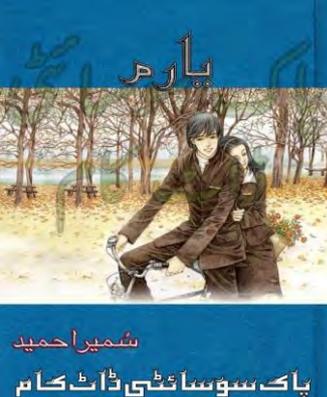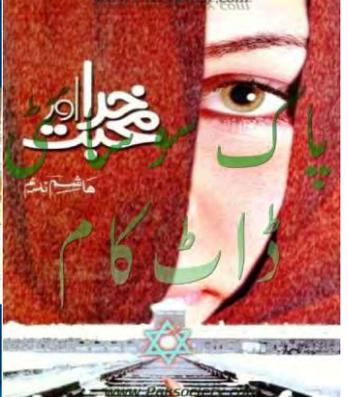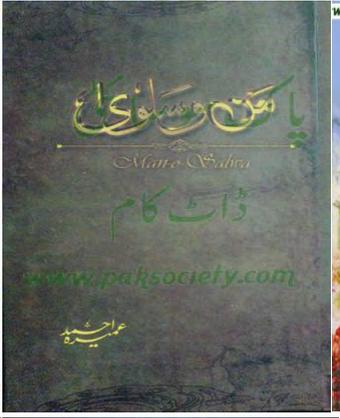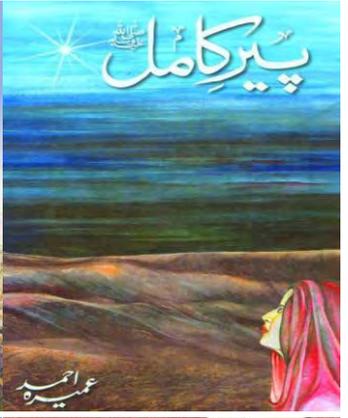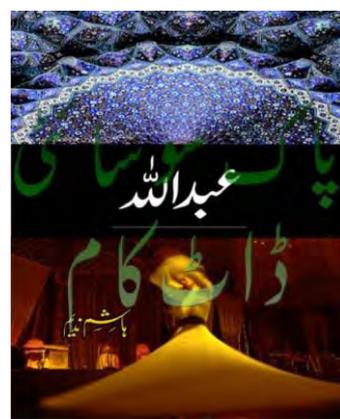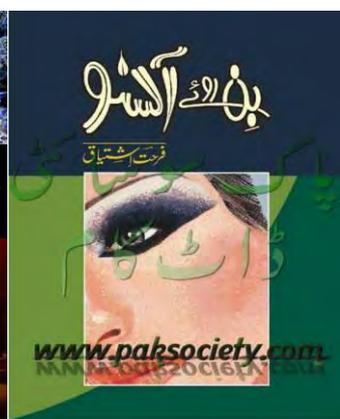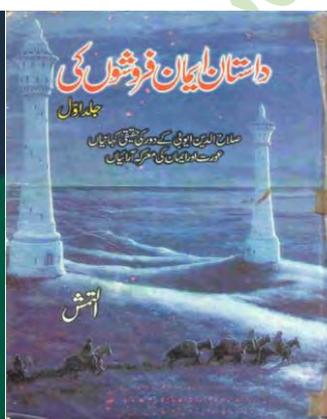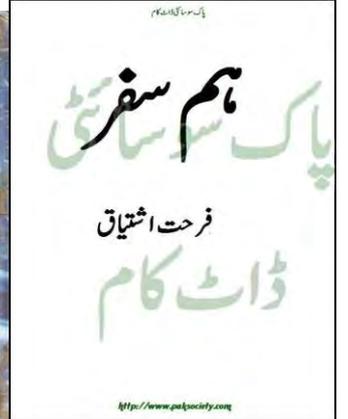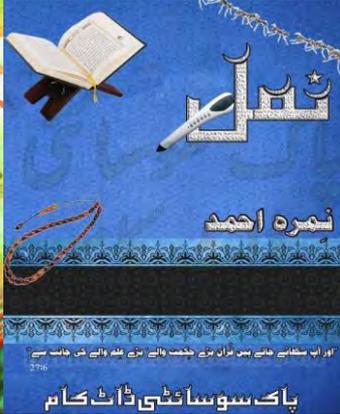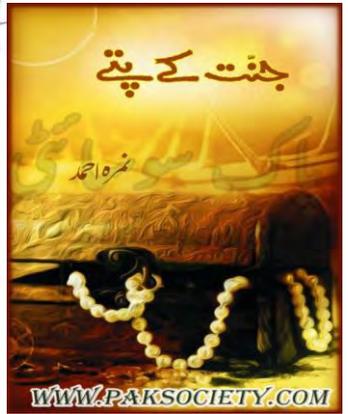
''کیا وہ خطوط تم لوگوں نے پڑھ لیے؟'' سیٹھ شوکت نے چونک کر پوچھا۔

''ہاں، کیوں کہ وہ ہماری ماں، بہنوں اور ابا کے ہاتھوں کے لکھے ہوئے خط تھے۔''

ایک نوجوان فیصل کی آواز کمرے میں گونجی: ''میری اماں نے لکھا تھا کہ بھائی صاحب! جب سے آپ نے مجھے ہر مہینے خرچ دینا شروع کیا ہے۔ میرے بہت سے مسئلے حل ہو گئے ہیں۔''

''اور میرے ابا نے لکھا تھا کہ میرا پاؤں ایکسیڈنٹ میں ٹوٹ گیا تھا۔ اگر آپ بروقت علاج نہ کرواتے تو آج میں باعزت طریقے سے روزی نہ کما رہا ہوتا۔'' اب کی بار توقیر بولا۔

چوتھے نوجوان مزمل نے بتایا: ''اور میری بڑی بہن نے خط میں یہ لکھا تھا کہ امی

کہہ رہی ہیں کہ اللہ کا شکر ہے، آپ نے میری دو بڑی بہنوں کی شادی میں ہمارے لیے جو کیا، اس کا اُجر آپ کو اللہ دے گا۔ اگر آپ مزمل کو بھی کوئی نوکری دلوا دیں تو پریشانی حل ہو جائے۔''

''انہی میں سے ایک خط میرے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ میں نے چھے ماہ پہلے آپ سے کاروبار کے لیے رقم مانگی تھی۔'' اب کی بار نعمان ندامت بھرے لہجے میں بولا۔

''اوہو! تو یہ راز بھی فاش ہو گیا۔'' سیٹھ شوکت اُداسی سے بولے۔

''آپ ہم چاروں کو معاف کر دیں۔ شاید ہمارے دلوں کو قرار آجائے۔'' ان چاروں نے سیٹھ شوکت کے پاؤں پکڑ کر روتے ہوئے کہا۔

''مگر یہ ہوا کیسے؟ ہمارے گھر والوں کو بھی نہیں معلوم کہ ان کی مدد کرنے والا مہربان کون ہے؟'' نعمان نے اچانک سیٹھ شوکت سے سوال کیا۔

''اللہ تعالیٰ نے مجھے دولت اور ہر نعمت سے نوازا تو میں نے اس کا شکر ادا کرنے کے لیے اپنے آپ سے عہد کیا کہ میں دکھی انسانیت کی خدمت کروں گا۔ اس لیے اپنے پرانے ملازم اللہ رکھا کو اعتماد میں لے کر میں نے غریب لوگوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنی شروع کر دیں، تاکہ ان کو منی آرڈر کے ذریعے سے رقم بھجوا سکوں اور انھیں ایک بند فلیٹ کا پتا بھجوا دیا، تاکہ اگر انھیں کوئی مسئلہ ہو تو وہ اس پتے پر خط لکھ سکیں۔ میں اور اللہ رکھا ہر مہینے کے شروع کی تاریخوں میں اس فلیٹ میں جاتے اور ضرورتوں کے مطابق رقم منی آرڈر کر دیتے ہیں۔ پچیس سال سے اس راز کو کوئی نہ جان سکا، مگر آج تم لوگوں کی وجہ سے یہ راز بھی کھل گیا۔'' سیٹھ شوکت ایک ٹھنڈی آہ بھر کر بولے۔

''سیٹھ صاحب! ہم آپ کے مجرم ہیں۔ ہم نے جس تھالی میں کھایا، اسی میں چھید کیا۔ اب ہمارا ضمیر ہمیں بار بار کچوکے لگاتا ہے۔ مہربانی فرما کر ہمیں پولیس کے حوالے کردیں، تاکہ ہمارے ضمیر کی خلش دور ہو جائے۔'' نعمان نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔

''میں تم لوگوں کو ایک شرط پر ہی معاف کروں گا۔'' سیٹھ شوکت نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہم آپ کی ہر بات ماننے کو تیار ہیں۔'' چاروں نے ایک زبان ہو کر کہا۔

''تم چاروں کو میری فرم میں ملازمت کرنی پڑے گی۔ کہو! منظور ہے؟''

''جی ہاں، ہمیں منظور ہے۔'' چاروں خوشی سے بولے۔

اور سیٹھ شوکت نے ان چاروں کو گلے لگا لیا۔ ☆

بیس سال بعد

محمد اقبال شمس

شاہی نجومی کی پیشن گوئی سن کر ملکہ فیروزہ ہکا بکا رہ گئی: ''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں، ننھا شہزادہ بڑے ہو کر ظلم کرے گا؟''

''جی ملکۂ عالیہ!'' شاہی نجومی بولا: ''میرے علم کے مطابق اگر شہزادے میاں بادشاہت کا منصب سنبھالیں گے تو وہ ایک طوفان برپا کر دیں گے۔ ہر طرف تباہی پھیلا دیں گے۔ ان کی ظلم کی داستانیں پوری دنیا میں گونجیں گی اور تو اور......'' یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔

''آپ خاموش کیوں ہو گئے، آگے بتائیے؟'' ملکہ فیروزہ نے کہا۔
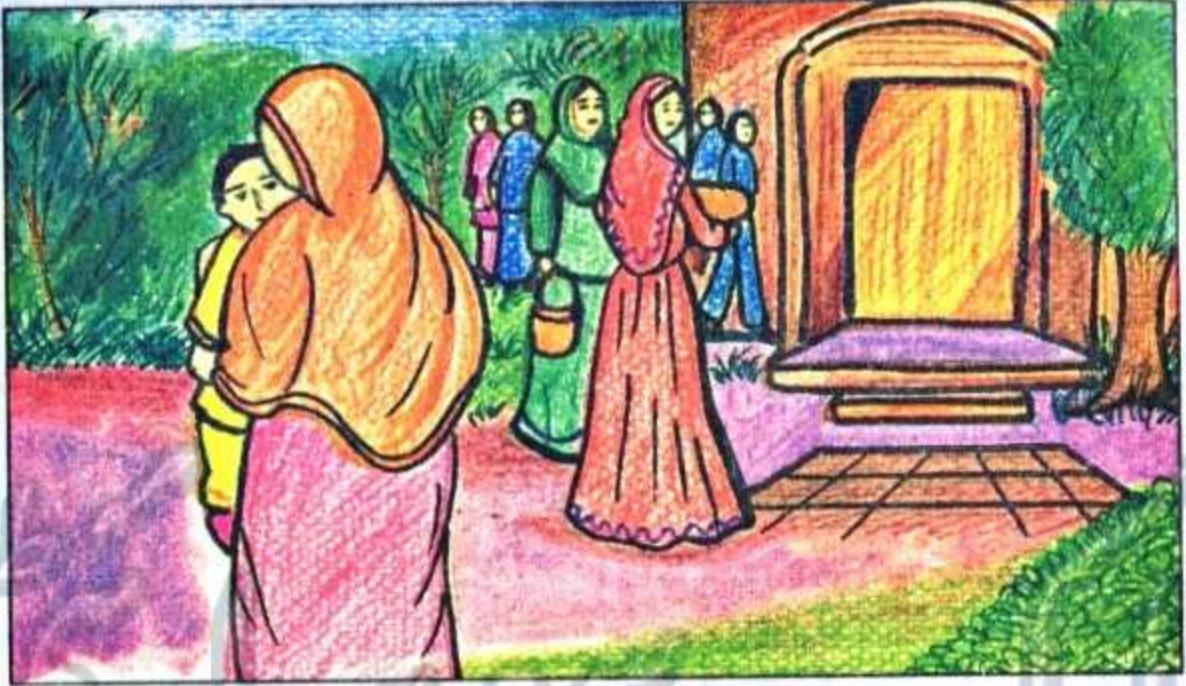
نجومی بولا: ''میری زبان ساتھ نہیں دے رہی، مگر کہنا بھی ضروری ہے، وہ یہ کہ شہزادہ بادشاہت کے نشے میں ایسے دُھت ہوں گے کہ وہ اپنے والدِ محترم بادشاہ سلامت کو بھی موت کے گھاٹ اُتارنے میں دریغ نہیں کریں گے۔''

یہ سن کر ملکہ کے ہوش اُڑ گئے۔

شہزادہ عبدالحنان کی پیدائش پر پورے ملک بھر میں چراغاں کیا گیا تھا، کیوں کہ وہ بڑی منتوں بعد پیدا ہوا تھا۔ سب کے چہرے خوشی سے سرشار تھے، مگر اب شہزادے کی ماں ملکہ فیروزہ بہت فکر مند تھی۔ دن یونہی گزرتے گئے اور شہزادہ حنان دو سال کا ہو گیا۔

ایک دن بادشاہ کے وزیر خلیل الرحمٰن کی بیوی آمنہ نے ملکہ سے پوچھا: ''ملکۂ عالیہ! کیا بات ہے، جب سے شہزادے عبدالحنان اس دنیا میں آئے ہیں، آپ کے چہرے سے خوشی رخصت ہو گئی ہے؟''

ملکہ نے کہا: ''دراصل ہمیں ایک فکر لاحق ہے، جو اندر ہی اندر ہمیں کھا رہی ہے۔''

''کیسی فکر ملکہ عالیہ!''

ملکہ فیروزہ نے اسے ساری بات بتا دی، جو نجومی نے شہزادہ کے بارے میں پیشن گوئی کی تھی۔

''پھر آپ نے کیا سوچا ہے؟'' آمنہ نے فکر مندی سے پوچھا۔

ملکہ بولیں: ''بس اسی بات کی تو پریشانی ہے کہ ہم کیا کریں، کس سے کہیں۔ بادشاہ سلامت کو بھی نہیں بتا سکتے، ورنہ وہ بھی پریشان ہو جائیں گے۔''

آمنہ کچھ سوچتے ہوئے بولی: ''ایک بات میرے ذہن میں ہے، مگر آپ ناراض ہو جائیں گی!''

''نہیں، ہم ناراض نہیں ہوں گے۔'' ملکہ نے کہا۔

آمنہ بولی: ''دیکھیں، نجومی کی پیشن گوئی کے مطابق جب یہ بادشاہت سنبھالیں گے تو تباہی مچا دیں گے، لیکن اگر یہ بادشاہ ہی نہ بنیں تو ایسا کچھ بھی نہ ہو سکے گا۔''

''مگر ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟'' ملکہ نے تجسس سے کہا۔

وہ بولی: ''ہم ایسا کرتے ہیں کہ بچہ کسی خاتون کو دے دیتے ہیں، جو شہزادے کی اچھی پرورش کرے گی اور ہم یہ ظاہر کر دیں گے کہ کوئی عورت شہزادے کو اغوا کر کے لے گئی ہے۔ اس طرح وہ بادشاہت سے دور رہے گا اور آپ کا جب دل چاہے تو کسی بھی بہانے اس سے مل بھی سکتی ہیں۔''

ملکہ حیرت سے بولی: ''یہ تم کیا کہہ رہی ہو، بھلا ہم اپنے جگر کے ٹکڑے کو خود سے

جدا کیسے کر سکتے ہیں؟''

آمنہ بولی: ''ملکۂ عالیہ! اب یہ زہر کا پیالہ پینے کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی تو نہیں ہے۔''

ملکہ فیروزہ گہری سوچ میں ڈوب گئی۔

ایک دن ملکہ فیروزہ نے بادشاہ سے کہا: ''اگر آپ اجازت دیں تو ہم اپنے بزرگوں کے قبرستان میں فاتحہ خوانی کے لیے چلے جائیں۔''

بادشاہ نے ملکہ کو بخوشی اجازت دے دی۔ وہ آمنہ کے ساتھ روانہ ہوگئیں۔ وہ جیسے ہی قبرستان کے قریب پہنچیں، ایک عورت پہلے سے ہی ان کی منتظر کھڑی تھی۔ آمنہ بولی: ''ملکۂ عالیہ! یہی وہ عورت ہے، جو ہمارے شہزادے کی پرورش کرے گی۔''

ملکہ نے لرزتے ہاتھوں سے شہزادہ اس کی گود میں دے دیا اور بولی: ''دیکھو، اس کی پرورش میں کوئی کمی نہ آنے پائے۔ آپ کو ہر مہینے شہزادے کا خرچ پہنچ جایا کرے گا۔''

عورت بولی: ''آپ فکر نہ کریں ملکۂ عالیہ! میں اس کی پرورش شہزادوں جیسی ہی کروں گی۔'' یہ کہہ کر وہ عورت خفیہ راستے سے چلی گئی۔

اس عورت کے جانے کے بعد آمنہ نے اپنے ساتھ آئے ہوئے سپاہیوں میں شور مچا دیا کہ کوئی عورت شہزادے کو اغوا کر کے لے گئی ہے۔ سپاہیوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ عورت کو ہر طرف تلاش کیا گیا، مگر بے سُود۔ جب یہ خبر بادشاہ سلامت تک پہنچی تو دربار میں کہرام مچ گیا۔ بادشاہ نے شہزادے کی تلاش میں جگہ جگہ سپاہیوں کے دستے روانہ کر دیے، مگر انھیں بھی ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔

کچھ عرصے تک ملکہ شہزادے کی خبر گیری کرتی رہی، مگر ایک دن ایسا کچھ ہو گیا، جو

وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ وہ عورت شہزادے سمیت کہیں غائب ہو گئی۔ ملکہ کے پیروں تلے زمین نکل گئی۔ وہ یہ حقیقت بادشاہ کو بھی نہیں بتا سکتی تھی۔ صبر کرنے کے علاوہ اس کے پاس کوئی چارہ نہ تھا۔

وقت کا پہیا چلتا رہا۔ بیس سال گزر گئے۔ ایک دن آمنہ ملکہ سے بولی: ''آپ سے ایک بات کرنی ہے، اگر آپ اجازت دیں تو عرض کروں؟''

ملکہ بولی: ''ہاں کہو!''

''زبان ساتھ تو نہیں دے رہی، مگر اس حقیقت سے کوئی انکار بھی نہیں کر سکتا۔ دراصل بادشاہ سلامت عمر کے اس حصے میں ہیں کہ وہ بادشاہت زیادہ دیر سنبھال نہیں سکتے ہیں اور کوئی ولی عہد بھی نہیں ہے۔ میرے منھ میں خاک، بادشاہ کے بعد کہیں ملک میں خانہ جنگی نہ شروع ہو جائے۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو آپ میرے اکلوتے بیٹے قیصر کو ولی عہد کے لیے چُن سکتی ہیں۔''

ملکہ بولی: ''بات تو آپ کی معقول ہے۔ ہم اس سلسلے میں بادشاہ سلامت سے بات کرتے ہیں۔''

پھر اس نے بادشاہ سے بات کی۔ بات سن کر بادشاہ نے کافی سوچ و بچار کے بعد قیصر کو ولی عہد بنانے کی رضامندی ظاہر کر دی۔

ابھی کچھ ہی دن گزرے تھے کہ پڑوس ملک کے بادشاہ لقمان نے دوستانہ خیر سگالی کے لیے بادشاہ اور ملکہ کو اپنے ملک آنے کی دعوت دی، جسے انھوں نے بخوشی قبول کی۔ پھر بادشاہ نے ملک بھر میں یہ اعلان کر دیا کہ وہ وطن کی واپسی کے بعد ولی عہد کا اعلان کریں گے۔

بادشاہ لقمان کے محل میں کچھ ہفتے رہے، پھر وہ واپس اپنے وطن کے لیے روانہ ہوئے۔ واپسی پر بادشاہ کے ذہن میں ایک عجیب ہی سا خیال آیا۔ اس نے اس کا اظہار ملکہ سے کیا۔ پہلے تو وہ حیران ہوئی، لیکن پھر رضا مند ہوگئی۔

دراصل بادشاہ کے ذہن میں یہ خیال آیا تھا کہ وہ ایک عام انسان کا روپ بدل کر رعایا کے خیالات جان سکیں کہ وہ نئے ولی عہد کے بارے میں کیا رائے رکھتی ہے۔

وہ مختلف جگہوں پر گھومتے رہے اور کافی تھک چکے تھے۔ انھیں ایک سرائے نظر آئی۔ وہ وہاں قہوہ پینے کی غرض سے داخل ہوئے۔ قہوہ پینے کے بعد انھوں نے اس کی ادائیگی کے لیے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا تو وہ حیران رہ گئے۔ بے خیالی میں ان کی اشرفیاں کہیں گر چکی تھیں۔ جب سرائے کے مالک کو یہ معلوم ہوا کہ ان کے پاس ادائی کے لیے کچھ بھی نہیں ہے تو اس نے انھیں بہت بُرا بھلا کہا۔ صدمے سے بادشاہ کو چکر آ گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ گرتے، اچانک ایک نوجوان نے ان کو سنبھالا۔ سرائے کے مالک کو اس نے بہت بُرا بھلا کہا کہ کسی بزرگ کے ساتھ ایسا سلوک کیا جاتا ہے۔ پھر اس نے اپنی جیب سے پیسے ادا کیے اور ان کو بڑے احترام سے باہر لایا۔

بادشاہ بولا: ”تم کسی نیک والدین کی اولاد لگتے ہو۔ ہم جیسے غریبوں کی مدد کی!“

اسی دوران اچانک ملکہ کی نظر اس کی گردن پر بنے مسّے پر گئی۔ وہ حیران رہ گئی۔ اسے بے چینی ہونے لگی۔ اس نے اس نوجوان سے پوچھا: ”بیٹا! تمھارے والدین کون ہیں اور تم کہاں رہتے ہو؟“

وہ بولا: ”ماں کہتی ہیں کہ والد کا میرے بچپن میں ہی انتقال ہو گیا تھا اور والدہ تو میری

بستر سے لگ کر رہ گئی ہیں۔ طبیعت ان کی ٹھیک نہیں رہتی۔ ویسے میں قریب ہی رہتا ہوں۔"

ملکہ بولی: "کیا میں تمھاری والدہ سے مل سکتی ہوں؟"

"ضرور۔"

اور پھر وہ انھیں گھر لے آیا۔ گھر پہنچ کر جب ملکہ نے اس کی ماں کو دیکھا تو حیرت سے اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ یہ وہی عورت تھی، جو شہزادے کو لے کر غائب ہو گئی تھی۔ وہ فوراً اس کے قریب گئی اور اسے جھنجوڑتے ہوئے بولی: "تم نے مجھے پہچانا؟ میں ملکہ فیروزہ ہوں، میرا بیٹا کہاں ہے؟"

یہ سن کر بادشاہ حیرت سے ملکہ کو دیکھنے لگا، جب کہ اس نوجوان کی بھی یہی کیفیت تھی۔ وہ عورت ملکہ کو غور سے دیکھتے ہوئے بولی: "اچھا ہوا ملکۂ عالیہ! قدرت نے مجھے آپ سے ملا دیا۔ آپ کا شہزادہ آپ کے سامنے کھڑا ہے۔"

ملکہ کے آنسو نکلنے لگے۔ اس نے شہزادے کو گلے لگا لیا۔ بادشاہ حیران و پریشان یہ منظر دیکھنے لگا۔

بادشاہ نے پوچھا: "آخر یہ سب کیا ہے ملکہ فیروزہ!"

ملکہ اپنے آنسو پونچھتے ہوئے بولی: "بادشاہ سلامت! میں بہت شرمندہ ہوں کہ میں نے آپ سے یہ راز چھپائے رکھا۔"

"راز! کیسا راز؟"

پھر ملکہ نے ساری حقیقت بادشاہ کو بتا دی۔ بادشاہ اپنا سر پکڑ کر رہ گیا۔ جب وہ کچھ سنبھلا تو اس نے بھی اپنے لختِ جگر کو سینے سے لگا لیا۔ پھر ملکہ نے عورت سے پوچھا:

''مگر تم ہمارے شہزادے کو لے کر کیوں غائب ہوگئی تھیں؟''

وہ بولی: ''دراصل یہ سب میں نے آپ کے وزیراعظم خلیل الرحمٰن کی بیوی آمنہ کے کہنے پر کیا تھا اور یہ ساری سازش اسی نے تیار کی تھی۔ اس نجومی کی پیشن گوئی جھوٹی تھی، تاکہ شہزادہ آپ سے دور رہے اور وہ اپنے بیٹے کو ولی عہد بنا دیں۔'' یہ کہہ کر وہ خاموش ہوگئی۔

بادشاہ کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ آج برسوں بعد اسے اپنا بچھڑا ہوا بیٹا مل گیا تھا۔ وہ فوراً محل کی طرف روانہ ہو گئے۔ محل پہنچ کر انھوں نے کسی پر ظاہر نہیں ہونے دیا کہ یہ نوجوان ان کا لختِ جگر ہے۔

آخر وہ دن آ گیا، جب بادشاہ نے ولی عہد کا اعلان کرنا تھا۔ آمنہ بہت خوش تھی کہ آج وہ اپنے مقصد میں کام یاب ہونے والی ہے۔ بادشاہ نے جب ولی عہد کا نام پکارا تو سب حیران رہ گئے۔ وہ نام تھا شہزادہ عبدالحنان کا۔ ابھی آمنہ گُم صُم سوچ ہی رہی تھی کہ ملکہ بولی: ''آمنہ! انسان چاہے کتنی ہی سازش کر لے، کتنا ہی دھوکا و فریب سے کام لے لے، کتنے ہی منصوبے بنا لے، مگر ایک نہ ایک دن اسے منھ کی کھانی ہی پڑتی ہے۔ کیوں کہ ہار ہمیشہ جھوٹ ہی کی ہوتی ہے۔''

آمنہ، ملکہ کے پیروں میں گر گئی اور اپنے قصور کی معافی مانگی۔ ملکہ نے اسے معاف کر دیا، مگر اپنی سلطنت سے چلے جانے کا حکم بھی دے دیا۔ شہزادہ عبدالحنان کو ولی عہد بنا دیا گیا اور جب وہ بادشاہ بنا تو اس نے اپنی رعایا کی فلاح و بہبود کے لیے بہت اچھے اچھے کام کیے اور وہ جب تک زندہ رہا، نہایت ہی عدل و انصاف سے ملک پر حکومت کرتا رہا۔ ☆

بلاعنوان انعامی کہانی

ثمینہ پروین

گل زمان کو اپنی شکل وصورت اور شخصیت پر بڑا ناز تھا۔ وہ اٹھائیس سال کا نوجوان تھا جو ایک بڑی کاروباری کمپنی میں سیلز مین تھا۔ اس کی کلائی پر قیمتی گھڑی اور اُنگلیوں میں ہیرے کی انگوٹھیاں ہر وقت موجود رہتی تھیں۔ اس کے جوتے پالش سے چمکتے رہتے اور لباس ہمیشہ استری کیا ہوا ہوتا جو شہر کا بہترین درزی سیتا تھا۔ بالوں میں بہترین کریم لگاتا تھا، جس سے جدید اسٹائل کے بنے ہوئے بال چمکتے رہتے تھے۔ اس کے چہرے پر سب سے نمایاں چیز اس کی بڑی بڑی مونچھیں تھیں، جن کو وہ ہر وقت سنوارتا رہتا تھا۔ اسے اپنی ان مونچھوں پر بھی بڑا ناز تھا اور وہ ان کی بڑی حفاظت کرتا تھا، اس لیے بعض لوگ اس کی غیر موجودگی میں اس کو مذاق سے ''گل مُچھا'' بھی کہتے تھے۔

وہ شہر کے ایک بارونق علاقے میں رہتا تھا۔ اس کے گھر کے قریب ہی گلی کے کونے پر ایک صاف ستھرا ہوٹل بھی تھا، جہاں روزانہ شام کو اپنے دوستوں کی محفل میں آ بیٹھتا۔ وہاں آپس میں وہ سب مختلف موضوعات پر گھنٹوں بحث کیا کرتے۔ ایک دن وہ اپنے دوست غیاث الدین کے ساتھ گپ شپ کر رہا تھا۔ غیاث الدین ایک پولٹری فارم کا مالک تھا۔ اس کے دو دوست عامر علی اور جمیل بیگ بھی وہاں موجود تھے۔ باتوں باتوں میں کاروباری حالات کا ذکر بھی آ گیا۔ غیاث الدین نے کہا: ''آج کل ہر کاروبار میں اُدھار کی ایک وبا سی پھیل گئی ہے۔ میری تو کافی رقم اُدھار میں پھنس گئی ہے۔''

گل زمان بولا: ''اسی لیے تو میں کم نقد کو زیادہ اُدھار سے بہتر سمجھتا ہوں۔ اگر مجھے کسی چیز میں ذرا سا بھی منافع نظر آتا ہے تو میں اسے فروخت کرنے میں دیر نہیں کرتا۔''

غیاث الدین نے گل زمان کی طرف غور سے دیکھا اور اچانک ایک اچھوتا خیال اس

کے ذہن میں آیا۔ وہ بولا: ''بہت خوب مثلاً اگر کوئی تم سے تمھاری مونچھوں کا سودا کرنا چاہے تو تم مان لو گے۔''

اس بات پر سب دوستوں کی ہنسی چھوٹ گئی۔ گل زمان بھی زیر مونچھ مسکرایا، لیکن فوراً ہی سنجیدہ ہو کر بولا: ''ہاں، میں یہ سودا بھی کرنے کے لیے تیار ہوں، لیکن ان مونچھوں کو خریدنے کی حماقت بھلا کون کرے گا۔ اس میں تو خریدار کا سراسر نقصان ہوگا۔ البتہ مجھے ضرور فائدہ ہوگا۔ کچھ عرصے بعد میں دوبارہ مونچھیں رکھ لوں گا۔''

غیاث الدین کچھ سوچتے ہوئے بولا: ''اگر تم مناسب قیمت لگاؤ جو میری حیثیت سے باہر نہ ہو تو میں تمھاری مونچھوں کا سودا کرنے کے لیے تیار ہوں۔''

گل زمان نے اسے اس طرح دیکھا جیسے کسی احمق کو پہلی مرتبہ دیکھ رہا ہو۔ وہ بولا: ''ٹھیک ہے، منظور ہے۔ تم جو چاہو قیمت لگاؤ۔''

غیاث الدین نے کہا: ''نہیں، نہیں، مونچھیں تمھاری ہیں۔ قیمت بھی تم ہی بتاؤ۔''

گل زمان نے قیمت بتائی: ''ٹھیک ہے، میں انھیں پانچ سو روپے میں بیچنے کو تیار ہوں۔''

پھر وہ بڑے فخر سے دوستوں کی طرف دیکھنے لگا۔ غیاث الدین نے حیران ہوتے ہوئے کہا: ''صرف پانچ سو روپے یہ تو تم نے بہت معمولی قیمت بتائی اپنی مونچھوں کی۔ چلو میں تمھیں ایک ہزار روپے دیتا ہوں، منظور ہے۔''

گل زمان نے طنزیہ لہجے میں کہا: ''بڑے شوق سے، اگر تم خود ہی اپنا نقصان کرنے پر تلے ہو تو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے بھلا، شاید کوئی موٹی رقم مفت میں تمھارے ہاتھ لگ گئی ہے۔''

غیاث الدین نے کہا: ''ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔ یہ تو محض ایک کاروباری سودا ہے اور مجھے اس سودے میں اچھا خاصا منافع ہونے کی اُمید ہے۔''

گل زمان بولا: ''ایک بار پھر سوچ لو۔''

غیاث الدین نے جواب دیا: ''میں نے سوچ لیا ہے۔ یہ میرا مسئلہ ہے۔ تم فکر نہیں کرو۔ یہ بتاؤ ایک ہزار روپے دونوں مونچھوں کے ہیں نا۔''

گل زمان فاتحانہ انداز میں بولا: ''ہاں ہاں، دونوں کے، بھلا ایک مونچھ بھی کوئی بیچتا ہے۔''

غیاث الدین بولا: ''تو ٹھیک ہے، بات پکی ہوگئی۔ اب یہ مونچھیں تم کب تک میرے حوالے کر سکتے ہو۔''

گل زمان نے فخر سے کہا: ''تم جب اور جس جگہ چاہو لے سکتے ہو۔''

''اس کا مطلب ہے کہ تمھاری یہ مونچھیں ابھی اور اسی وقت میری ملکیت ہیں۔ میں جب اور جہاں چاہوں گا تم سے یہ مونچھیں وصول کر لوں گا۔ مجھے اُمید ہے اس سودے میں مجھے کم از کم دُگنا فائدہ ضرور ہو جائے گا۔'' غیاث الدین بات پکی کرتے ہوئے بولا۔

''سوچ لو بھئی! ایسا نہ ہو کہ دگنی کے چکر میں تمھاری اصل رقم بھی ڈوب جائے۔'' گل زمان نے کہا۔

ارے بھئی! سودا کرنے میں تو نفع نقصان ہوتا ہی رہتا ہے۔'' غیاث الدین نے جواب دیا۔

ہوٹل میں چائے پینے کے دوران ہی ایک تحریر لکھی گئی۔ غیاث الدین نے ایک ہزار روپے ادا کر کے گل زمان سے رسید لے لی۔ معاہدے کی رو سے اب غیاث الدین کو اختیار حاصل تھا کہ وہ جب اور جہاں چاہے گل زمان سے ''اپنی'' دونوں مونچھیں حاصل کر سکتا ہے۔ غیاث الدین کی اجازت کے بغیر نہ تو وہ انھیں کٹوا سکتا تھا اور نہ کم کروا سکتا تھا، کیوں کہ وہ مونچھیں اب غیاث الدین کی ملکیت تھیں۔ معاہدے کے مطابق وہ اس وقت تک ان مونچھوں کی

دیکھ بھال کا پابند تھا جب تک ان کا مالک انھیں وصول نہ کر لے۔

گل زمان وہاں سے جاتے وقت خوشی سے اُچھل رہا تھا، کیوں کہ اس نے ایک احمق سے ایک ہزار رپے مفت میں حاصل کر لیے تھے، راستے میں ملنے والے تمام دوستوں کو بتا تا رہا کہ مونچھوں کے بدلے میں، میں نے ایک بے وقوف سے ایک ہزار رپے ہتھیا لیے ہیں۔

ہوٹل میں بیٹھے ہوئے تمام دوست غیاث الدین کی حماقت پر ہنس رہے تھے کہ اس نے گل زمان کی باتوں میں آ کر مفت میں اتنی بڑی رقم ضائع کر دی۔

غیاث الدین بولا: احمق تو وہ ہوگا جو آخر میں نقصان اُٹھائے گا تم لوگ بس دیکھتے جاؤ۔ میں بھی ایک بزنس مین ہوں۔ مونچھوں کے سودے میں اگر میں نے دُگنا منافع نہ کمایا تو میرا نام بدل دینا۔''

کئی روز گزر گئے۔ گل زمان کی جب بھی غیاث الدین سے ملاقات ہوتی تو گل زمان ضرور پوچھتا: ''بھائی غیاث! تم اپنی مونچھیں کب تک مجھ سے لوگے۔''

غیاث الدین جواب دیتا: ''مجھے کوئی جلدی نہیں ہے۔ بس تم ان کی اچھی طرح دیکھ بھال کرتے رہو۔ معاہدے کی رو سے تم اس کے پابند بھی ہو۔ میں کسی مناسب موقع پر اپنی مونچھیں تم سے لے لوں گا۔''

اسی دوران عید کے موقع پر محلے میں شام کو ایک تقریب منعقد کی جانی تھی۔ اپنی چرب زبانی کی وجہ سے گل زمان کو لطیفے وغیرہ سنانے کی ذمے داری سونپی گئی تھی۔ تقریب کی خبر سن کر غیاث الدین نے سوچا کہ گل زمان کو میری مونچھوں کے ساتھ اس تقریب میں شرکت نہیں کرنا چاہیے۔ اس سے پہلے ہی اپنی مونچھیں وصول کر لینا چاہیے۔

تقریب والے دن صبح کو گل زمان شیو بنوانے کے بعد حجام کی دکان پر آئینے کے سامنے

کھڑا اپنی بلکہ غیاث الدین کی مونچھوں پر کنگھی کر رہا تھا۔ اسی وقت غیاث الدین بھی وہاں آ پہنچا۔

گل زمان بولا: ''شاید تمھیں اپنی ملکیت حاصل کرنے کا خیال آ ہی گیا۔ اب تک میں نے بہت محنت سے ان مونچھوں کی پرورش کی ہے۔''

غیاث الدین بولا: ''ویسے میں تو یہاں صرف شیو بنوانے آیا تھا، لیکن تم چاہتے ہو تو یہی سہی۔ یہاں ہم دونوں موجود ہیں، مونچھیں بھی اور حجام بھی۔''

پھر کچھ سوچ کر گل زمان نے جھجکتے ہوئے غیاث الدین سے کہا: بھائی غیاث الدین! بس ایک دن کی مہلت دے دو۔ آج کی تقریب میں شرکت کرلوں پر اپنی امانت واپس لے لینا۔''

غیاث الدین نے کہا: ''میرا خیال ہے اس تقریب میں تم بغیر مونچھوں کے شرکت کرو تو بہتر ہے۔''

مجبوراً گل زمان نے سر جھکا دیا۔ حجام نے اس کے چہرے پر جھاگ بنانا شروع کر دیا۔ گل زمان کی مونچھیں چند لمحوں کی مہمان تھیں۔ حجام اُسترا لے کر اس کی طرف بڑھا ہی تھا کہ غیاث الدین نے اپنا ارادہ بدل دیا: 'خلیفہ جی! ذرا ٹھیرو، ابھی گل زمان کی مونچھیں صاف نہ کرنا۔ مجھے ابھی ان کی ضرورت نہیں۔'' حجام اُسترا ایک طرف رکھ کر گل زمان کے چہرے سے جھاگ صاف کرنے لگا۔ گل زمان کو غصہ آ گیا۔ وہ غیاث الدین سے بولا: ''تمھیں اپنی مونچھیں چاہئیں تو ابھی یہ قصہ ختم کرو۔''

غیاث الدین بولا: ''تمھیں اس معاملے میں بالکل اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔ مونچھیں میری ملکیت ہیں جب میں چاہوں گا، لے لوں گا۔''

گل زمان بُرا سا منھ بناتا ہوا دکان سے نکل گیا۔ شیو بنوانے کے بعد غیاث الدین دکان سے نکلا تو ہوٹل میں بیٹھے ہوئے دوستوں نے اسے بلا لیا۔ باتوں باتوں میں گل زمان کی

مونچھوں کا ذکر چھڑ گیا۔ پتا چلا کہ محلے بھر میں یہ دل چسپ قصہ مشہور ہو چکا ہے۔ گل زمان جب بھی نظر آتا لوگ کہتے: ''وہ دیکھو گل زمان جا رہا ہے، جس کے منھ پر غیاث الدین کی مونچھیں ہیں۔''

چند روز میں مونچھیں خاصی گھنی ہو چکی تھیں، کیوں کہ وہ غیاث الدین کی اجازت کے بغیر انھیں ذرا سی بھی تراش نہیں سکتا تھا۔ دوستوں نے بتایا کہ گل زمان ان مونچھوں سے بہت تنگ آ چکا ہے اور چاہتا ہے کسی طرح ان مونچھوں سے اس کی جان چھوٹ جائے۔ ان دوستوں نے جن کے سامنے معاہدہ ہوا تھا، انھوں نے غیاث الدین سے سفارش کی کہ بے چارے گل زمان کی جان بخشی کر دی جائے۔ غیاث الدین مان گیا اور بولا: ''اچھا ٹھیک ہے، شام چھے بجے سب دوست حجام کی دکان پر جمع ہو جائیں وہاں آپ سب کو میں ایک دل چسپ تماشا دکھاؤں گا۔''

پانچ بجے گل زمان کو پیغام بھیجا گیا کہ چھے بجے تک حجام کی دکان پر پہنچو، میں تم سے اپنی مونچھیں واپس لینا چاہتا ہوں۔ جس وقت گل زمان کو پیغام ملا وہ کسی تقریب میں شرکت کی تیاری کر رہا تھا۔ اس نے بہترین کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ ہر چیز ٹھیک تھی بس مونچھیں کچھ بے ڈھب لگ رہی تھیں۔ پیغام سن کر اسے اور غصہ آنے لگا۔

گل زمان جب حجام کی دکان پر پہنچا تو سب دوستوں کو موجود پا کر ٹھٹک گیا۔ سب اس کی طرف دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔ اس کا موڈ خراب ہو گیا۔ سب لوگ اس کی مونچھوں کا صفایا ہوتے دیکھنے کے منتظر تھے۔ آتے ہی وہ حجام کی کرسی پر بیٹھ گیا بولا: ''بھئی مجھے ذرا جلدی فارغ کر دو۔''

غیاث الدین نے حجام سے کہا: ''ہاں بھئی، گل زمان کا کام فوراً کر دو۔''

حجام نے تیزی سے گل زمان کی مونچھوں پر صابن لگایا اور جھاگ بنانے لگا۔ پھر ماہرانہ انداز میں اُسترا تیز کیا اور ایک طرف کی مونچھ صاف کر دی۔ گل زمان بے صبری سے بولا: ''اب ذرا جلدی سے دوسری مونچھ بھی صاف کر دو، تا کہ یہ قصہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو۔''

غیاث الدین نے فوراً حجام کا ہاتھ پکڑ لیا اور بولا: ''نہیں نہیں، خلیفہ جی! گل زمان بہت جلدی میں ہے اسے جانے دو ویسے بھی مجھے صرف ایک ہی مونچھ چاہیے تھی۔ دوسری مونچھ پھر کبھی لے لوں گا۔ مجھے کوئی جلدی نہیں۔''

یہ سن کر تمام دوستوں نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ حجام نے گل زمان کے سامنے آئینہ رکھ دیا۔ اس نے بھی وہی دیکھا جو سب دیکھ رہے تھے۔ گل زمان کے چہرے پر بے بسی اور غصے کے آثار بالکل صاف دکھائی دے رہے تھے۔

اس نے غیاث الدین سے بڑی التجا کی کہ دوسری مونچھ بھی ابھی لے لو، لیکن غیاث الدین نہ مانا اور بولا: ''معاہدے کی رو سے مجھے یہ حق حاصل ہے کہ میں اپنی چیز جس وقت چاہوں وصول کروں۔''

گل زمان غصے سے بے قابو ہو گیا اور غیاث الدین کو بُرا بھلا کہنے لگا۔ غیاث الدین اطمینان سے بیٹھا رہا۔ پھر بولا: ''فکر نہ کرو ایک دو مہینے کے بعد دوسری مونچھ بھی لے لوں گا۔''

تمام دوست اس صورت حال سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ آخر مجبور ہو کر گل زمان سودے بازی کرنے لگا۔ پہلے اس نے پانچ سو روپے کی پیش کش کی۔ آخر ایک ہزار روپے تک آ گیا۔ غیاث الدین پھر بھی ٹس سے مس نہ ہوا۔ وہ بولا: ''میں کہہ چکا ہوں کہ جب مناسب سمجھوں گا۔ دوسری مونچھ بھی واپس لے لوں گا۔'' اب گل زمان سمجھ گیا کہ غیاث الدین کا کیا مطلب ہے اس نے کہا: ''اچھا دوست تم جیتے میں ہارا۔ میں یہ مونچھ تم سے خریدنا چاہتا ہوں بولو کیا مانگتے ہو۔''

غیاث الدین بولا: ''ہاں یہ ہوئی نا کاروباری بات۔ میں یہ مونچھ فروخت کر سکتا ہوں اگر مجھے معقول منافع نظر آیا تو۔ تم کو یاد ہو گا کہ میں نے یہ سودا منافع کی خاطر ہی کیا تھا۔''

گل زمان بے تابی سے بولا: ''کتنے میں بیچو گے۔''

غیاث الدین نے قیمت بتائی: ''دو ہزار روپے میں۔ سودا کرتے وقت میں نے سوچ لیا تھا کہ منافع تقریباً دوگنا ہونا چاہیے۔''

گل زمان عاجز آ کر بولا: ''کچھ کم پر سودا نہیں ہو سکتا۔''

غیاث الدین بولا: ''اگر تمھیں ابھی ضرورت نہیں ہے تو مت خریدو۔ ممکن ہے بعد میں اس کی قیمت اور بڑھ جائے مجھے کوئی جلدی نہیں ہے۔''

''مگر مجھے تو جلدی ہے۔'' گل زمان نے دانت پیستے ہوئے پرس میں سے دو ہزار روپے نکال کر غیاث الدین کے حوالے کر دیے، پھر حجام سے کہا: ''خلیفہ جی! اب ذرا جلدی سے اس مصیبت کو میرے چہرے سے دور کر دو۔'' غیاث الدین نے شرارت سے کہا: ''ہاں بھئی گل زمان! اور کوئی چیز فروخت کرنا ہو تو بتاؤ۔''

گل زمان نے غصے سے اور شرمندگی سے اسے گھور کر کچھ کہنا چاہا، لیکن اسی وقت حجام نے صابن لگانے کے لیے اس کا منہ بند کر دیا۔ ☆

اس بلاعنوان انعامی کہانی کا اچھا سا عنوان سوچیے اور صفحہ ۱۰۷ پر دیے ہوئے کوپن پر کہانی کا عنوان، اپنا نام اور پتا صاف صاف لکھ کر ہمیں ۱۸- جون ۲۰۱۷ء تک بھیج دیجیے۔ کوپن کو ایک کاپی سائز کاغذ پر چپکا دیں۔ اس کاغذ پر کچھ اور نہ لکھیں۔ اچھے عنوانات لکھنے والے تین نونہالوں کو انعام کے طور پر کتابیں دی جائیں گی۔ نونہال اپنا نام پتا کوپن کے علاوہ بھی علاحدہ کاغذ پر صاف صاف لکھ کر بھیجیں تاکہ ان کو انعامی کتابیں جلد روانہ کی جا سکیں۔

نوٹ: ادارۂ ہمدرد کے ملازمین اور کارکنان انعام کے حق دار نہیں ہوں گے۔

وہ بچہ سب سے اچھا ہے

محمد شفیق اعوان

جو قول و عمل کا سچا ہے
وہ بچہ سب سے اچھا ہے
عزت سب کی کرتا ہے
استاد سے اپنے ڈرتا ہے
وہ بچہ سب سے اچھا ہے

محنت صبح و شام کرے
وقت پہ اپنا کام کرے
سب کا وہ احترام کرے
ماں باپ کا اکرام کرے
وہ بچہ سب سے اچھا ہے

اچھا بُرا پہچانے جو
کہنا بڑوں کا مانے جو
وقت پہ جائے مسجد کو
سنے نہ فلمی گانے جو
وہ بچہ سب سے اچھا ہے

ہمدرد نونہال اسمبلی

ہمدرد نونہال اسمبلی راولپنڈی .... رپورٹ : حیات محمد بھٹی

ہمدرد نونہال اسمبلی راولپنڈی میں مہمانِ خصوصی عالمی ادارہ صحت اسلام آباد کے نیشنل پروفیشنل آفیسر جناب محترم شہزاد عالم خان تھے۔ عالمی یومِ صحت کے سلسلے میں منعقدہ اس خصوصی اجلاس کا موضوع ''ذہنی دباؤ - آؤ حل تلاش کریں'' تھا۔

اسمبلی اسپیکر مروہ آفتاب تھیں۔ تلاوتِ قرآن مجید احسن ندیم نے، حمدِ باری تعالیٰ محمد زبیر نے اور نعتِ رسولِ مقبولؐ عمار جمیل نے پیش کی۔ نونہال مقررین میں شگفتہ شجاعت، حانیہ عامر، فرقان حیدر، شہیر سرفراز اور لائبہ غضنفر شامل تھیں۔ نونہالوں نے ذہنی دباؤ، اس کے اسباب اور ان سے بچنے کے لیے بہت سی مفید تجاویز بھی پیش کیں۔

قومی صدر ہمدرد نونہال اسمبلی محترمہ سعدیہ راشد نے کہا کہ ذہنی دباؤ (DEPRESSION) ایک ایسی بیماری ہے جو کسی بھی انسان کو عمر کے کسی بھی حصے میں لاحق ہو سکتی ہے۔ ان دنوں دنیا بھر میں اس مرض کے شکار مریضوں کی تعداد میں تشویشناک حد تک اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ ایک جائزے کے مطابق ہر پانچ میں سے ایک فرد اس مرض میں مبتلا دیکھا گیا ہے۔ یہ بیماری مسلسل غمگین رکھنے کے ساتھ ساتھ بے چینی میں مبتلا کر دیتی ہے، جس سے معمولاتِ زندگی بُری طرح متاثر ہوتے ہیں۔ خاندانی رشتوں پر بھی اس کے بُرے اثرات پڑتے ہیں۔ ایسے مریض ذیابیطس، امراضِ قلب، مایوسی، غصہ، ہیجان اور قوتِ فیصلہ میں کمی کا شکار بھی ہو سکتے ہیں۔ ضروری ہے کہ سماجی، خاندانی اور حکومتی سطح پر ایسے حالات پیدا کیے جائیں، جو عام انسان کو ذہنی دباؤ میں مبتلا ہونے سے

محترم شہزاد عالم خاں اور محترم حیات محمد بھٹی انعام یافتہ نونہالوں کے ساتھ

بچائیں۔ ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان انسانی صحت سے متعلق شعورو آگہی کی کوشش میں ہمیشہ کی طرح WHO کے ساتھ ہے اور اس سلسلے میں اپنا بھرپور کردار بخوبی ادا کرتا رہے گا۔

مہمانِ خصوصی محترم شہزاد عالم خان نے کہا کہ عالمی ادارہ صحت کا قیام ۱۹۴۸ء میں عمل میں آیا اور اس کے کاموں میں سرِ فہرست انسانی صحت ہے۔ اس کا کام یہ ہے کہ یہ ادارہ لوگوں کو بیماریوں سے بچانے کی کوشش کرتا ہے اور اس سلسلے میں آگہی اور شعور پھیلاتا ہے۔ ڈپریشن کا مطلب پژمردگی یعنی افسردہ ہونا ہے۔ اس کی وجوہ کسی بھی طرح کی ہوسکتی ہیں۔ اگر آپ ایسی ہی افسردگی کا شکار ہیں اور کوئی کام کرنے کو دل نہیں چاہتا ہے، یہ کیفیت ایک ہفتہ یا اس سے زیادہ عرصے تک لگاتار رہے تو ڈاکٹر سے فوری رابطہ کریں۔ ڈپریشن میں کھانا پینا کم ہوجاتا ہے۔ کوئی کام کرنے کو دل نہیں چاہتا۔ انسان

کے ذہن میں خود کو نقصان پہنچانے کے خیالات آنے لگتے ہیں۔ ہم لوگ ٹینشن (TENSION) اور اسٹریس (STRESS) کو بھی اسی درجے میں لیتے ہیں، مگر یہ مختلف چیزیں ہیں۔ آخر اسٹریس مرض کیا ہے؟ جیسے آپ کو امتحانات کے دنوں میں پیٹ میں درد ہوتا ہے، یہ اسٹریس ہی ہے۔ اسٹریس نقصان دہ تب ہوتا ہے، جب آپ مقررہ وقت میں کام نہیں کر پاتے ہیں اور اس سے یہ ڈپریشن کی بُری صورت اختیار کر لیتا ہے۔ ہم سب کا حوصلہ بڑھانے کے لیے صرف یہ فقرہ اور اس پر یقین ہی کافی ہے کہ ''اللہ مالک ہے۔'' قرآن پاک اور نماز ڈپریشن سے بچاؤ کے بہترین طریقے ہیں۔ انٹرنیٹ، واٹس ایپ، فیس بک وغیرہ نے ہماری نئی نسل کے مسائل میں مزید اضافہ کیا ہے۔ ان کی وجہ سے ہماری نوجوان نسل کم خوابی کا شکار ہو رہی ہے، جس کی وجہ سے ڈپریشن میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔ ایسے لوگوں کی بات پیار اور مکمل توجہ سے سنیں اور انھیں تسلی دیں۔

نونہالوں نے ایک خاکہ پیش کیا، جس میں ڈپریشن کا عارضہ لاحق ہونے اور اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے عملی مشق بھی حاضرین کے سامنے پیش کی گئی۔ ایک خوب صورت ٹیبلو بھی پیش کیا۔ آخر میں انعامات تقسیم ہونے کے بعد دعائے سعید پیش کی گئی۔

ہمدرد نونہال اسمبلی لاہور .... رپورٹ : سید علی بخاری

ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان کے زیرِ اہتمام لاہور میں ۲۶ ویں بین الاقوامی ہمدرد نونہال/نوجوانان کانفرنس کا اہتمام کیا گیا۔ کانفرنس کی صدارت پاکستان میں ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن کے نمائندے ڈاکٹر محمد آسائی نے کی۔ مہمانانِ خصوصی میڈیکل سپرنٹنڈنٹ فاؤنٹین ہاؤس، لاہور کے ڈاکٹر سید عمران مرتضیٰ اور چیئرمین پاکستان ریڈ کریسنٹ سوسائٹی کے ڈاکٹر محمد سعید الٰہی تھے۔ پاکستان کے مختلف شہروں کے علاوہ دیگر ممالک سے آئے ہوئے نمائندوں نے اپنے اپنے مقالوں میں مسئلہ کی اہمیت کو اُجاگر کیا۔ عصام محمد (سعودی عرب)،

بین الاقوامی ہمدرد نونہال/نوجوانان صحت کانفرنس میں شریک ڈاکٹر طلحہ شیروانی، حکیم محمد عثمان، محترم شہزاد عالم،
ڈاکٹر سید عمران مرتضٰی، ڈاکٹر محمد آ سائی، محترمہ سعدیہ راشد، ڈاکٹر محمد سعید الٰہی، محترم ابصار عبد العلی،
محترم سید علی بخاری، محترم حیات محمد بھٹی اور محترم خالد خان۔

فادِل پنسا پترا (انڈونیشیا)، شقائق مالک (ایران)، قادر کچیک (ترکی) اور فاطمہ یوسفی (افغانستان) سے شریک ہوئے۔ پاکستان کی نمائندگی ہانیہ بنت عامر (اسلام آباد)، شہیر سرفراز (راولپنڈی)، عدنان وزیر (چترال)، محمد عاطف (پشاور)، حرا محمود (کوئٹہ)، فراز احمد، حمنیٰ شکیل (کراچی)، محمد انیق اور علانیہ نور نے کی۔ شانزے سرفراز نے نظامت کے فرائض نبھائے۔ تلاوت کلام مجید محمد انیق فیضان ربانی نے کی۔

صدر ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان محترمہ سعدیہ راشد نے کہا کہ تیزی سے ترقی کرتے ہوئے معاشرے میں ہر فرد کو اپنا اپنا کردار ادا کرنا ہوتا ہے، جس کے لیے ضروری ہے کہ سماجی، خاندانی اور حکومتی سطح پر ایسے حالات ہوں جو عام انسان کو ذہنی دباؤ میں مبتلا ہونے سے بچا سکیں۔ اس کے ساتھ ساتھ متاثرہ مریض کو علاج کے لیے بہترین اور سستی سہولیات کی

فراہمی کو یقینی بنانا بھی وقت کی اہم ضرورت ہے۔

ڈاکٹر محمد آسائی نے کہا کہ عالمی ادارۂ صحت کی اس آگہی کا بنیادی مقصد اور اہمیت یہ ہے کہ زندگی کے تمام شعبوں سے تعلق رکھنے والے افراد کو یہ ترغیب دی جائے کہ وہ گفتگو کے ذریعے سے ڈپریشن کے اسباب اور علاج تلاش کریں۔ توجہ کے ساتھ مریض سے گفتگو، اس مرض کی صحت یابی کا اہم اور بنیادی جزو ہے۔ مریض کے ساتھ یہ گفتگو گھر کا کوئی سمجھ دار، کوئی قابلِ اعتماد دوست یا کوئی طبیب کرسکتا ہے۔ یہ حوصلہ افزا گفتگو مریض کو ذہنی دباؤ سے نجات دلاسکتی ہے۔ ڈاکٹر سید عمران مرتضیٰ نے کہا کہ پاکستان میں ذہنی دباؤ یا ڈپریشن کے شکار مریضوں میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ افسوس کہ اس مرض میں مبتلا مریضوں کی اکثریت علاج کے بجائے جعلی پیروں کا رُخ کرتی ہے۔ یہ ایک قابل علاج مرض ہے۔ عام طور پر معالج مریض سے گفتگو کے ذریعے یا مختلف ادویہ تجویز کر کے اس کا علاج کرتا ہے یا پھر دونوں طریقے آزماتا ہے۔ ڈپریشن سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کیا جائے۔ شکریہ ادا کرنے اور معاف کرنے کی عادت اپنائی جائے۔ اپنے آپ کو مفید مصروفیات کی طرف راغب کیا جائے۔ جس سلوک کی توقع آپ دوسروں سے رکھتے ہیں وہ عادات اپنی شخصیت میں بھی لائیے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کو دل پر نہ لیں اور خوش رہا کریں۔ حسد، بغض اور کینہ سے بچیں۔ کسی کو اپنے سے اچھی حالت میں دیکھیں تو اس کے حق میں دعا کریں۔ موبائل اور چاے کا بہت زیادہ استعمال بھی ذہنی دباؤ کی وجوہات میں شامل ہیں۔ ڈپریشن یا ذہنی دباؤ سے بچاؤ کی احتیاطی تدابیر میں سب سے پہلے اُسوہ حسنہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنا ہے۔ درگزر کرنا، معاف کرنا، معاونت کرنا، اچھے اخلاق ظاہر کرنا اور عبادات کو زندگی کا لازمی حصہ بنانا، یہ سب عوامل ڈپریشن سے دور رکھتے ہیں۔ ☆

انصاف پسند چور

آمنہ پناہ
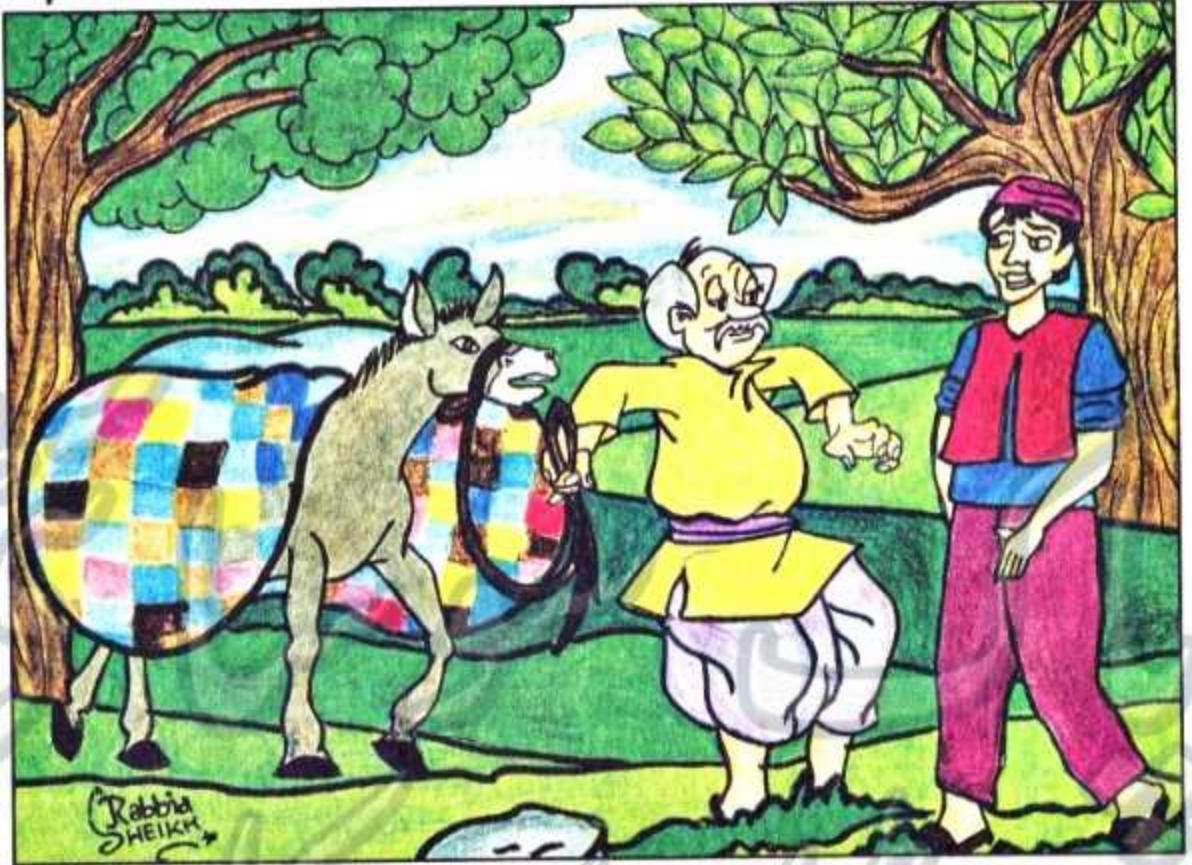
ایک شخص بے حد غریب تھا۔ اس نے روزگار کے لیے بہت کوشش کی، لیکن اس کی تمام کوششیں رائیگاں گئیں۔ غربت اور افلاس سے تنگ آ کر اس نے چوری کرنے کی ٹھانی۔ اس نے سوچا کہ جب پیٹ بھرنے کا ذریعہ چوری ٹھہرا، تو بہتر ہے کہ دوسرے ملک میں جا کر چوری کی جائے۔ اپنے ملک میں چوری اپنے لوگوں سے غداری کے برابر ہے، لہٰذا وہ دوسرے ملک روانہ ہو گیا۔

راستے میں ایک گھنا جنگل پڑتا تھا۔ وہاں اس کی ملاقات ایک تاجر سیٹھ سے ہو گئی، جو کہ اپنی دکان کے لیے سودا سلف اپنے گدھے پہ لادے جا رہا تھا۔ دونوں نے خاموشی سے

تنگ آ کر ایک دوسرے سے گفتگو شروع کی۔ جلد ہی تاجر پر انکشاف ہوا کہ اس کا ساتھی چور ہے اور چوری کی نیت سے اس کے ملک جا رہا ہے۔ وہ دل ہی دل میں ڈر رہا تھا کہ نیچے زمین اوپر آسمان، اگر یہ شخص مجھے لوٹ کر جان سے مار ڈالے تو کوئی پوچھنے والا بھی نہ ہوگا۔

اتنے میں گیدڑ کی آوازیں زور و شور سے آنی شروع ہو گئیں۔ اتفاق سے غریب شخص جانوروں کی بولی سمجھتا تھا۔ وہ یہ آوازیں سن کر مسکرایا۔ تاجر نے جب اس کے لبوں پر مسکراہٹ دیکھی تو ڈر گیا۔ اس نے اپنے خشک لبوں پر زبان پھیرتے ہوئے پوچھا: ''تم کیوں مسکرائے؟''

غریب شخص نے ٹالنے کی بے حد کوشش کی، لیکن تاجر کا اصرار بڑھتا چلا گیا۔

مجبوراً غریب شخص کو بتانا پڑا کہ وہ جانوروں کی بولی سمجھتا ہے۔ ابھی ابھی گیدڑ نے

کہا ہے کہ یہ تاجر تم پر ناحق شک کر رہا ہے۔ اس کی جیب میں کافی پیسے ہیں۔ تم دو تھپڑ مار کر یہ رقم چھین لو اور چلتے بنو، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ہمسفر سے دھوکے بازی بُری بات ہے۔

اب تو تاجر اور بھی خوف زدہ ہو گیا۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد وہ ضروری کام کا بہانہ بنا کر جھاڑیوں کے پیچھے چلا گیا اور گڑ کے ساتھ چاندی کے سکے نگل کر واپس آ گیا۔ دونوں منزل کی جانب جا رہے تھے کہ اتنے میں گیدڑ کے چیخنے کی آوازیں سنائیں دیں۔ غریب شخص نے ایک قہقہہ لگایا اور خاموش ہو گیا۔ تاجر سے نہ رہا گیا۔ اس نے ہنسنے کی وجہ پوچھی۔ غریب شخص بہت ٹال مٹول کرتا رہا، لیکن تاجر نہ مانا اور بولا: ''خدا کے لیے مجھے بتاؤ کیا بات ہے؟ تم نے گیدڑ کی آوازیں سن کر قہقہہ لگایا۔''

''میں تمھیں شاید نہ بتاتا، کیوں کہ تم مزید خوف زدہ ہو جاؤ گے، لیکن تم نے خدا کا واسطہ دے کر مجھے مجبور کر دیا ہے، اس لیے مجھے بتانا پڑ رہا ہے۔ سنو! اب کے گیدڑ نے کہا ہے کہ تم جیسے سچے اور پُر خلوص دوست کی نیت پر شبہ کرتے ہوئے اس تاجر نے تمام رقم گڑ کے ساتھ نگل لی ہے۔ اب تم اس کا پیٹ چاک کر کے رقم نکال لو۔'' غریب شخص نے جواب دیا۔

یہ سنتے ہی تاجر خوف سے تھر تھر کانپنے لگا، لیکن غریب شخص نے تسلی دیتے ہوئے کہا: ''میں اپنے ہمسفر کے ساتھ دھوکا نہیں کروں گا۔ اگر ایسا کرنا ہوتا تو کب کا کر چکا ہوتا۔'' لیکن خوف تاجر کے دل میں بیٹھ چکا تھا۔

اللہ اللہ کر کے شہر قریب آیا اور تاجر کے دل کو ڈھارس ہوئی۔ شہر میں داخل ہوتے ہی دونوں اپنی اپنی راہ ہو لیے۔ دوسرے دن تاجر بادشاہ کے دربار جا پہنچا اور ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا: ''بادشاہ سلامت! بندہ کچھ عرض کرنا چاہتا ہے۔''

''کہو۔'' بادشاہ نے کہا۔

''حضورِ والا! ایک بہت ہی خطرناک چور دوسرے ملک سے ہمارے ملک میں داخل ہوگیا ہے۔'' تاجر نے کہا۔

''تمھیں کیسے معلوم ہوا؟'' بادشاہ نے تعجب سے پوچھا۔

''بادشاہ کا اقبال بلند ہو، وہ راستے میں میرا شریکِ سفر رہا ہے، باتوں باتوں میں اس نے مجھے اپنے خطرناک عزائم سے آگاہ کیا۔'' تاجر نے دست بدست کہا۔

''ٹھیک ہے ہم اس سے نمٹ لیں گے۔'' بادشاہ نے کہا۔

آدھی رات کو غریب شخص بازار میں گھوم رہا تھا کہ اس کا ٹکراؤ ایک اور مفلوک الحال شخص سے ہوا۔ رات کی تاریکی و خاموشی نے دونوں کو ایک دوسرے کا مقصد سمجھا دیا۔ مفلوک الحال شخص نے کہا: ''معلوم ہوتا ہے تم یہاں اجنبی ہو۔''

''ہاں، تم نے صحیح اندازہ لگایا۔'' غریب شخص نے جواب دیا۔

''آؤ میں تمھیں یہاں کے بڑے بڑے سیٹھوں کی دکانیں دکھاؤں۔'' مفلوک الحال شخص نے یہ کہا اور اسے ایک بڑی دکان کے سامنے لایا۔

غریب شخص دکان کے اندر داخل ہوا اور سامان ٹٹولنے لگا۔ اچانک اس کی نظر ایک بوری پر پڑی، جس میں سفید سفید کوئی چیز نظر آرہی تھی۔ وہ تین دن سے بھوکا تھا۔ اس نے چینی سمجھ کر بوری سے مٹھی بھری اور اپنے منہ میں ڈال لی۔

''اَخ تھو، یہ کیا؟ یہ تو نمک ہے۔'' یہ کہتے ہوئے اُلٹے قدموں واپس ہوا۔

''ارے دوست! تم اتنی جلدی واپس آ گئے اور وہ بھی خالی ہاتھ؟'' مفلوک الحال

شخص نے تعجب سے پوچھا۔

''نہیں میں ایسے شخص کی چوری نہیں کر سکتا، جس کا نمک میرے پیٹ میں ہو۔''

غریب شخص نے جواب دیا۔

اب وہ ایک دوسرے سیٹھ کی دکان کے سامنے کھڑے تھے۔ چراغ روشن تھا، جس کی مدھم روشنی کواڑوں سے باہر آ رہی تھی۔ اس نے آہستہ سے اندر جھانکا بڑی توند والا سیٹھ دولت کا ڈھیر سامنے رکھے حساب کر رہا تھا۔ وہ بہت پریشان دکھائی دے رہا تھا۔ ڈھیر گنتے گنتے عاجز آ چکا تھا، لیکن ہمیشہ حساب میں ایک پائی کم ہو جاتی۔ وہ اپنی ٹوپی سے اپنا سر پیٹتا اور دوبارہ گننا شروع کر دیتا۔ یہ سلسلہ نجانے کب سے شروع تھا اور کب تک جاری رہتا کہ غریب شخص دروازے سے کھسک آیا اور مفلوک الحال شخص سے کہا:

''دوست! ایسے شخص کی چوری کر کے میں اس کا خون اپنے سر نہیں لے سکتا۔ ایک پائی کم ہونے کی صورت میں اس نے اپنی نیند حرام کر رکھی ہے، اگر میں اس کی ساری دولت ہتھیا لوں تو یہ مر جائے گا۔ آگے چلتے ہیں۔''

اب دونوں ایک بہت بڑے خزانے کے پاس کھڑے تھے۔ مفلوک الحال شخص نے کہا:

''جتنی دولت اُٹھانا چاہتے ہو، اُٹھا لو اور اپنے ملک جا کر عیش و آرام سے زندگی بسر کرو۔''

غریب شخص نے چادر کندھے سے اُتار کر زمین پر بچھائی اور اس میں چاندی کے سکے ڈالنے لگا۔ عین اس وقت جب کہ دولت کی جھنکار اس کے کانوں میں رس گھول رہی تھی، گیدڑ کے چیخنے کی آوازیں سنائی دیں۔ جواباً قریب بیٹھے ہوئے کتے نے بھی بھونکنا شروع کر دیا۔ غریب شخص نے چادر جھٹک کر تمام سکے واپس خزانے میں پھینک دیے۔

مفلوک الحال شخص نے حیرت سے پوچھا: ''کیوں دوست ! اب کیا ہوا؟''

غریب شخص نے دست بستہ عرض کی: ''حضورِ والا کا اقبال بلند ہو، بندہ مالک کی موجودگی میں سینہ زوری کا سوچ بھی نہیں سکتا۔''

بادشاہ چونک پڑا: ''تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ میں ہی خزانے کا مالک ہوں۔''

''عالی جاہ! گیدڑ اور کتے کی گفتگو نے مجھے تمام صورتِ حال سمجھا دی ہے۔ گیدڑ نے کتے کو لعنت ملامت کرتے ہوئے کہا تھا: ''نمک حرام کتے! چور، بادشاہ کا خزانہ لوٹ رہا ہے اور تم خاموش تماشائی بنے بیٹھے ہو۔''

جواباً کتے نے کہا: ''بے وقوف گیدڑ! جب مالک اپنا خزانہ اپنے ہاتھوں سے خود لٹوا رہا ہے تو میں بیچ میں بولنے والا کون......؟''

بادشاہ یہ سن کر بے حد پریشان ہو گیا اور اس نے سوچا کہ ایسے عقل مند، باضمیر اور ایمان دار شخص کو کیوں نہ اپنا وزیر مقرر کیا جائے۔ بادشاہ نے وہیں کھڑے کھڑے اسے اپنا سب سے بڑا وزیر مقرر کر دیا۔

اگلے دن جب دربار لگا تو غریب شخص بہترین لباس میں بادشاہ کے دائیں جانب بیٹھا تھا۔ سب سے پہلا فریادی شریک سفر تاجر حاضر ہوا، جو چیخ کر فریاد کر رہا تھا: ''بادشاہ سلامت! میں لُٹ گیا، میں برباد ہو گیا، رات اس بدمعاش چور نے مجھے میری تمام عمر کی کمائی سے محروم کر دیا۔''

بادشاہ کو اس جھوٹے تاجر پر بے حد غصہ آیا۔ اس نے چوبدار کو حکم دیا کہ اسے قید میں ڈال دیا جائے۔

یہ سن کر تاجر کانپنے لگا۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر غریب شخص کو ترس آیا اور اس نے ہاتھ جوڑتے ہوئے بادشاہ سے معافی کی درخواست کی۔ تاجر نے جب غور سے وزیر کی طرف دیکھا تو حیرت اور ندامت سے اس کا بُرا حال تھا۔ اس نے جھوٹ بولنے پر بادشاہ اور وزیر سے معافی مانگی۔ بادشاہ نے وزیر کی درخواست پر اسے معاف کر دیا۔ اس طرح تاجر نے ذلت و شرمندگی اُٹھائی اور غریب شخص اپنی سچائی اور ایمان داری کی وجہ سے وزیرِ اعظم بن گیا۔

خوش ذوق نونہالوں کے پسندیدہ اشعار

بیت بازی

کیوں کر نہ جہاں میں ہو مرا مرتبہ عالی
میں اخترؔ ناچیز ہوں شیدائے محمدؐ

شاعر: جگن کشوری لال اختر امرتسری پسند: ابراہیم احمد خان، اورنگی ٹاؤن

صادق ہوں اپنے قول میں غالبؔ خدا گواہ
کہتا ہوں سچ کہ جھوٹ کی عادت نہیں مجھے

شاعر: مرزا غالب پسند: حماد سعیدی، ملتان

پہنچ جائیں گے انتہا کو بھی حسرتؔ
جب اس راہ کی ابتدا ہوگئی ہے

شاعر: حسرت موہانی پسند: سلمان یوسف سمیجہ، علی پور

بھنور سے بچ نکلنا کوئی مشکل نہیں ہے
سفینے عین دریا کے کنارے ڈوب جاتے ہیں

شاعر: قتیل شفائی پسند: محمد ارسلان صدیقی، کراچی

اے خدا، اب تیری فردوس پہ حق ہے میرا
تُو نے اس دور کے دوزخ میں جلایا ہے مجھے

شاعر: احمد ندیم قاسمی پسند: آصف بوزدار، میر پور ماتھیلو

نشانِ منزلِ راہ دکھا کے مجھے
عجیب لوگ تھے خود سو گئے، جگا کے مجھے

شاعر: نشترؔ اکبر آبادی پسند: پرویز حسین، کراچی

کام تو کشتی ہی آئے گی
دوست کسی کا دریا کب ہے

شاعر: امجد اسلام امجد پسند: حسام عامر، نیو کراچی

وہی جو باعثِ مصیبت تھا
کام آیا ہے اب مصیبت میں

شاعر: ظفر اقبال پسند: عروہ کاشان، سرجانی ٹاؤن

آسودگی میں بھی کوئی ناخوش رہا بہت
کوئی تباہیوں میں بھی اپنی خوشی سے تھا

شاعر: سید المظفر صدیقی پسند: عطا کریم، اسلام آباد

اگر کبھی میرے دل کو قرار آجائے
بدلتی رُت پہ مجھے اعتبار آجائے

شاعر: ڈاکٹر قیصر عباس زیدی پسند: جنید آفاق، ملتان

یہ اپنی اپنی فکر و نظر کا فریب ہے
پاگل کو بھی یقیں ہے کہ پاگل نہیں ہوا

شاعر: ش نسیم عباسی پسند: عابد خان، کوئٹہ

جسے ہم زندگی کہتے ہیں حیدرؔ
فقط اک ساعتِ شام و سحر ہے

شاعر: نعیم حیدر پسند: عائشہ یوسف، سکھر

ہم سوچتے ہی رہ گئے بدلیں گے ایک دن
وہ دیکھتے ہی دیکھتے سارا بدل گیا

شاعرہ: ناصرہ زبیری پسند: دوست محمد، لاڑکانہ

چلو جلدی سے کہیں اور نکل جائیں نذیرؔ
جانے کچھ دیر میں اس شہر میں کیا ہو جائے

شاعر: ڈاکٹر نذیر حسین پسند: عزیز ثناء اللہ، جعفر آباد

نونہال ادیب

لکھنے والے نونہال

پرویز حسین، کراچی
ارسلان اللہ خان، حیدر آباد
سید اویس عظیم علی، کراچی
حافظ عابد علی بھٹی، راولپنڈی
دیا خان بلوچ، جگہ نا معلوم
مقدس لطیف شاہین، صادق آباد
عبدالرؤف سمرا، خانیوال

نعتِ رسولِ مقبولؐ

پرویز حسین، کراچی

میرے عشق کی ہے ابتدا مدحِ رسولؐ
میرے عشق کی ہے انتہا مدحِ رسولؐ
رحمت اللعالمینؐ ہیں دو جہانوں کے لیے
خدا کی معرفت کا راستہ مدحِ رسولؐ
اب کرسکے گا کوئی کیا مدحِ رسولؐ
جب کر رہا ہے خود خدا مدحِ رسولؐ
کھل جائے گی ہماری زندگی مثلِ گلاب
وردِ زباں کیجیے شام وصبح مدحِ رسولؐ
مدحِ والاؐ ہم کس طرح کریں بیاں
ہر ثناء سے ہے سوا مدحِ رسولؐ
میرے دل میں ہے یہی اک آرزو
میرے لب پر ہو سدا مدحِ رسولؐ

رمضان

ارسلان اللہ خان، حیدر آباد

ماہِ رحمت سلام ہو تجھ پر
ماہِ عظمت سلام ہو تجھ پر
تیرے آنے سے آئی ہے وہ بہار
مصحفوں سے ہٹے ہیں گرد و غبار
چار عالم ہے نور کی برسات
بٹ رہی ہے ثواب کی خیرات
تیری آمد کا ہے یہی فیضان
پا بہ زنجیر ہوگیا شیطان
جو تھے لوگوں کے در پہ آزار
آج وہ بھی ہوئے ہیں باکردار
یہ پکوڑے ، کھجور ، اور ٹکیاں
لوگ کھاتے ہیں بے شمار یہاں

جا بجا پھیپیاں ہیں اور شربت
خوب آئی ہے رزق میں برکت
وقتِ افطار کا جو منظر ہے
رحمتوں کا وہ اک سمندر ہے
چاہے منہگائی کا بڑھے طوفان
سج گئے ہیں پھلوں سے دستر خوان
سب گناہوں سے ہوگئے بیزار
جرم و عصیاں کے بُت ہوئے مسمار
بعدِ رمضان عید آئے گی
یوں خوشی کی نوید آئے گی
چھوڑ کر نفرتوں کو پیار کریں
آؤ تقویٰ کو اختیار کریں
ارسلانؔ ہے دعا یہی لب پر
رحمت و عافیت رہے سب پر

بڑا جھوٹ

سید اویس عظیم علی، کراچی

ایک بادشاہ کی مرغی سونے کی تھی اور روز ایک سونے کا انڈا دیتی تھی۔ اس بادشاہ نے اعلان کیا کہ اس کی رعایا میں جو سب سے بڑا جھوٹ بولے گا، مرغی اس کو دے دوں گا۔

بڑے بڑے جھوٹے دربار میں حاضر ہوئے۔ کسی نے کہا کہ میرے کنویں سے تیل نکل رہا ہے۔ کسی نے کہا کہ میری گائے روزانہ سو سیر دودھ دیتی ہے، لیکن بادشاہ ہر دفعہ بولتا: ''ہاں یہ سچ ہے، کوئی بڑا جھوٹ بولو۔'' یوں کئی جھوٹے آئے، لیکن بادشاہ کے سامنے کسی کی دال نہیں گلی۔

ایک لکڑ ہارے نے سوچا: چلو، قسمت آزماتے ہیں۔ وہ سیدھا بادشاہ کے پاس گیا تو بادشاہ سے لکڑ ہارے کا ہاتھ ٹکرا گیا۔

بادشاہ غضب ناک ہوا تو لکڑ ہارے نے کہا: ''واہ بھئی وا! ہم دونوں ایک ماں باپ کے بیٹے ہیں۔ بچپن میں بچھڑے تھے اور ہاتھ لگنے سے اتنے ناراض ہو رہے ہو۔''

بادشاہ غصے میں بولا: ''یہ سب جھوٹ ہے۔''

لکڑ ہارے نے مسکراتے ہوئے کہا: ''اگر جھوٹ ہے تو مرغی دو، اگر سچ ہے تو آدھی حکومت۔''

ٹھگ

حافظ عابد علی بھٹی، راولپنڈی

ہم پانچ دوستوں کو لاہور سے کراچی جانا تھا۔ گھر سے اسٹیشن پہنچے۔ ٹکٹ خریدا

اور ریل کے انتظار میں ٹہلنے لگے۔ گاڑی آئی تو ہم سب سوار ہو گئے۔ ڈبے میں ہمارے علاوہ دو مسافر اور تھے۔ آدھے گھنٹے بعد گاڑی اگلے اسٹیشن پر رُک گئی۔ ایک آدمی بازوؤں میں ٹوکری دبائے گاڑی میں داخل ہوا۔ آدمی نے اندر داخل ہوتے ہی آوازیں لگانا شروع کر دیں: ''ریوڑی، ریوڑی خالص ریوڑی، چکول کے دیسی گھی کی بنی ہوئی ریوڑی۔ یقیناً آپ نے اس سے پہلے کبھی نہیں کھائی ہوگی۔ ایک بار آزما کر دیکھیں۔''

ہمیں اپنی منزل پر پہنچنے کے لیے کافی سفر تھا، اس لیے سب خوشی خوشی خریدنے لگے۔ ہم نے اپنے اپنے پیکٹ کھولے اور باتوں باتوں میں کھانے لگے۔ آدمی بھی ریوڑیاں بیچ کر گاڑی سے نیچے اُتر گیا۔ ریوڑیوں کا عجیب قسم کا ذائقہ تھا۔ ایسے ذائقے والی ریوڑیاں ہم نے پہلے کبھی نہیں کھائی تھیں۔ اسی وقت ایک آدمی کندھے پر بڑا سا تھیلا لٹکائے اندر داخل ہوا۔ آدمی پیچھے جا کر خالی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ کچھ ہی دیر میں ہمارے اوپر عجیب سی کیفیت طاری ہونے لگی۔ سر چکرانے لگے۔ اس کے بعد ہمیں کچھ ہوش نہیں رہا۔

مجھے جب ہوش آیا تو ہم سب دوست آپس میں ایک دوسرے کو حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ ان کی حیرانی کی وجہ بے ہوشی نہیں، بلکہ سامان کا بکھرا ہونا تھا۔ نقدی، رقم، موبائل فون، قیمتی سامان غائب تھا۔ ہماری قیمتی چیزیں اور بٹوے غائب تھے۔ ہمیں سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ ہمارے اوپر بے ہوشی کیسے طاری ہوئی۔ یقیناً یہ سب ریوڑی والے نے کیا تھا۔ اس کے بعد ہم نے جس شخص کو بے ہوش ہونے سے پہلے اندر داخل ہوتے ہوئے دیکھا تھا، وہ موجود نہیں تھا۔ دو بہروپیے ہمیں آسانی سے ٹھگ کر چلے گئے تھے۔

گیلومیاں

دیا خان بلوچ، جگہ نامعلوم

گیلومیاں ایک گھنے جنگل میں اپنے امی، ابا اور بہن بھائیوں کے ساتھ رہتے تھے۔ وہ ہر

وقت نت نئی شرارتیں کرتے رہتے تھے۔ انھی شرارتوں کی وجہ سے وہ امی جان سے کئی بار مار بھی کھا چکے تھے، مگر باز نہیں آتے تھے۔

گیلو کو کیلے اور مونگ پھلیاں کھانا بہت پسند تھا۔ ایک بار ان کی امی نے گھر میں ڈھیر ساری مونگ پھلیاں اور کیلے لا کر رکھے، تاکہ آج شام کو مہمانوں کی تواضع کریں گے۔ انھوں نے گیلو کو پیار سے سمجھایا کہ بیٹا! یہ چیزیں آپ نہ کھایئے گا۔ میں خود آپ کو دوں گی۔ گیلو میاں نے فوراً فرماں بردار بچوں کی طرح وعدہ کر لیا کہ وہ کوئی شرارت نہیں کریں گے اور امی جان کی بات پر عمل کریں گے۔

تھوڑا ہی وقت گزرا تھا کہ گیلو میاں کا دل للچانے لگا، ان کے منھ میں پانی آ رہا تھا۔ وہ اِدھر سے اُدھر بے چینی سے ٹہلنے لگے۔ آخر دل کی بات مان کر امی جان کی نصیحت کو بھول گئے۔ چپکے سے کیلے اور مونگ پھلیاں اُٹھائیں اور گھر سے باہر دوڑ لگا دی۔ درختوں کو اُچھلتے کودتے پار کیا اور پھر ایک کونے میں بیٹھ کر ستانے کے بعد اپنی پسندیدہ چیزیں کھانے لگے۔ پیٹ بھرا تو اب خیال آیا کہ گھر میں امی نے مہمانوں کو کیا کھلایا ہوگا۔ یہ سوچ کر وہ پریشان ہوئے اور یہ پریشانی آہستہ آہستہ خوف میں تبدیل ہو گئی۔ دن ڈھلنے لگا اور شام ہونے لگی، مگر وہ وہیں بیٹھے رہے۔ گیلو میاں کو بڑھتے ہوئے اندھیرے سے اور گھر میں امی کے غصے سے ڈر بھی لگ رہا تھا۔ اب وہ بیٹھے دماغ لڑا رہے تھے کہ کیسے گھر جائیں کہ امی کی ڈانٹ سے بھی بچ جائیں۔ اسی دوران امی جان وہاں پہنچ گئیں اور انھیں کان سے پکڑ کر گھر لے آئیں۔ گھر پہنچ کر کمرے میں لے جا کر امی جان نے گیلو میاں کی خوب پٹائی کی اور بتایا کہ آج تمھاری وجہ سے مہمانوں کے سامنے کس قدر شرمندگی اُٹھانی پڑی۔ اوپر سے تمھیں ڈھونڈنے کی پریشانی الگ تھی۔ خبردار، جو آیندہ ایسی کوئی حرکت کی۔ امی جان اب خود بھی رونے لگی تھیں۔

وہ ایک بات سمجھنے سے قاصر تھے کہ مار تو انھیں پڑی ہے، امی کیوں رو رہی ہیں۔ وہ اپنا درد بھول کر، سر پکڑ کر بیٹھ گئے کہ یہ معما کیسے حل ہوگا۔ انھوں نے سوچا، شاید امی اس لیے رو رہی ہیں کہ کہیں ہم کھو نہ جاتے۔ ہماری امی

جان ہم سے کتنی محبت کرتی ہیں اور ہم ان کو کتنا ستاتے ہیں، وہ تھوڑا سا غصہ کرتی ہیں اور پھر راضی ہو جاتی ہیں۔ امی جان ہم سے ناراض ہیں۔ ہمیں ان کو منانا چاہیے۔ وہ کتنی دکھی ہیں ہماری وجہ سے۔ یہ سوچ ہی اب گیلو میاں کو تکلیف دے رہی تھی۔ پھر خود سے عہد کیا کہ آج کے بعد امی جان کو کبھی تنگ نہیں کریں گے۔

یہ خیال آتے ہی گیلو میاں بھاگ کر امی جان کے قدموں میں لپٹ گئے اور ان سے معافی مانگی۔ امی جان نے بظاہر ناراضی دکھائی، مگر پھر وعدہ کرنے پر کہ وہ آیندہ کسی کو نہیں ستائیں گے، بہت خوش ہوئیں اور انھیں معاف کرتے ہوئے گلے سے لگا لیا۔

گیلو میاں یہ سوچ رہے تھے کہ ماں اپنے بچے کی ہر خطا معاف کر دیتی ہے۔ ماں تو اپنی اولاد سے صرف محبت کرتی ہے۔ امی جان سب کچھ میری بھلائی کے لیے کرتی ہیں، ہم ہی نا سمجھ تھے۔ بس آج سے میں امی جان کا اچھا سا فرماں بردار بیٹا بن گیا ہوں۔ یہ سوچ کر گیلو میاں نے مطمئن ہو کر آنکھیں بند کر لیں۔

سرشار

مقدس لطیف شاہین، صادق آباد

''امی! آج رمضان کا پچیسواں روزہ ہے، آخر ہم شاپنگ کے لیے کب تک جائیں گے؟'' عروہ نے صبح صبح شور مچانا شروع کر دیا۔

''بیٹی! چلے جائیں گے۔ آج تمھارے ابو کی کچھ کاروباری مصروفیت ہے۔ کل ہی چلے جائیں گے۔'' اس کی امی نے اسے پیار کرتے ہوئے کہا۔

''چلیں، ٹھیک ہے۔'' عروہ خوشی سے بولی۔

اگلے دن اس کی امی کے کمرے میں طرح طرح کی جیولری، کپڑے اور جوتے پڑے ہوئے تھے اور عروہ ان سب چیزوں کو بڑے اشتیاق سے اُٹھا اُٹھا کر دیکھ رہی تھی۔

''کیوں بھئی بیگم! آج سارا بازار ہی خرید لائیں آپ۔ کفایت شعاری سے کام لیجیے۔ منہگائی بہت بڑھ گئی ہے۔'' عروہ کے ابو نے اپنی بیگم سے کہا۔

''اچھا تو اب آپ مجھے فضول خرچ کہہ رہے ہیں۔ ایک ہی تو بیٹی ہے میری، اس کے

شوق پورے نہ کروں!'' عدیلہ بیگم نے جواب دیا۔

''بیگم! آپ تو سنجیدہ ہی ہوگئیں۔ میں تو بس یہ کہہ رہا ہوں کہ کاروباری معاملات میں اونچ نیچ ہوتی رہتی ہے۔ ہمیں ایسے وقت کے لیے کچھ بچا کر رکھنا چاہیے۔ جب خدانخواستہ مالی حالات بُرے ہوں۔ آپ میری بات سمجھ رہی ہیں نا!'' اطہر صاحب نے سمجھانے والے انداز میں ان سے کہا۔

''جی بہت خوب! میں آپ کی بات سمجھ سکتی ہوں۔ آیندہ احتیاط کروں گی۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولیں۔

''امی! کہاں ہیں آپ؟'' عروہ دروازے سے بھاگتی ہوئی اپنی امی کو ڈھونڈ رہی تھی۔

''کیا بات ہے بیٹا جی! کیوں شور مچا رہی ہو؟'' امی ٹشو پیپر سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے باورچی خانے سے باہر نکلیں۔

''امی! دیکھیں، باہر ایک چھوٹی لڑکی کھڑی ہے۔ اس کے پاس عید کے کپڑے نہیں ہیں، وہ عید پر کیا پہنے گی؟'' عروہ کی آنکھوں میں ہمدردی تھی۔

''اوہو بیٹا! تم یونہی پریشان ہوگئیں۔ یہ لو، دس رپے جا کر اس کو دے دو۔'' امی اسے پیار کرتے ہوئے بولیں۔

''امی! کیا دس رپے میں عید کے کپڑے آ جائیں گے؟'' عروہ بولی۔

وہ ابھی کچھ کہنے ہی نہ پائی تھیں کہ عروہ اپنے کمرے کی جانب چلی گئی۔

......☆......

چاند رات آ پہنچی تھی۔ تمام لوگ تیاریوں میں مگن تھے۔ ہر جانب خوشی کا سماں اور ہر چہرے پر مسرت تھی۔ عروہ کی امی بھی عروہ کے عید کے دن کے لیے تیاری کر رہی تھیں، لیکن کافی دیر سے وہ کچھ ڈھونڈ رہی تھیں۔ اتنی دیر میں عروہ وہاں پہنچی۔

''عید مبارک امی!'' عروہ خوشی سے اپنی امی کے ساتھ لپٹ گئی۔

''خیر مبارک میری جان!'' عدیلہ بیگم اس کو پیار کرتے ہوئے بولیں۔

''کیا ڈھونڈ رہی ہیں امی آپ؟'' عروہ نے اپنی امی کے چہرے پر پریشانی کے تاثرات دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''بیٹی! تمھارے عید کے کپڑے نہیں مل رہے۔ یہیں رکھے تھے، پتا نہیں کہاں گئے!'' انھوں نے الماری کے کپڑوں کو پھر سے دیکھنا

شروع کیا۔

''امی! وہ تو میں نے ......'' عروہ بولتے بولتے رک گئی۔

''کیا بات ہے بیٹی! بتاؤ مجھے۔'' امی اس کی جانب پلٹیں۔

عروہ بولی: ''امی! وہ تو میں نے اس غریب بچی کو دے دیے تھے۔''

''کیا......! اتنا قیمتی جوڑا تم نے اس بھکارن کو دے دیا...... تمھارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا۔ بے وقوف۔'' یہ کہتے ہی امی نے ایک تھپڑ عروہ کے منھ پر دے مارا۔

اتنے میں عروہ کے ابو کمرے میں داخل ہوئے اور بولے: ''کیا کر رہی ہو، کیوں مار رہی ہو، اسے؟''

ساری بات سننے کے بعد اطہر صاحب عروہ کو گود میں لیتے ہوئے بولے: ''بیٹی! آپ نے کوئی غلط کام نہیں کیا ہے۔ غریب بچوں کا بھی حق ہے کہ وہ نئے کپڑوں کے ساتھ عید منائیں، لیکن ہر کام کرنے سے پہلے بڑوں سے ضرور مشورہ کرنا چاہیے۔ ان کی رائے لے لینی چاہیے۔ ٹھیک ہے!''

''جی ابو!'' عروہ شرمندہ سی ہو گئی۔

اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی۔ ابو دروازہ کھولنے چلے گئے۔ کافی دیر تک جب وہ واپس نہ آئے تو عروہ اور اس کی امی بھی وہیں پہنچ گئیں۔ دروازے پر ایک آدمی کھڑا تھا اور ہاتھ میں ایک شاپر تھا۔ اس کے ساتھ ایک بچی تھی۔ وہ آدمی کہہ رہا تھا: ''جناب! کل میری بچی آپ کے ہاں کسی چھوٹی بچی سے عید کے کپڑے لے آئی۔ میں بہت شرمندہ ہوں اور آپ سے معافی چاہتا ہوں۔ بچے ناسمجھ ہوتے ہیں، اس لیے جب آپ کی بیٹی نے کپڑے دیے تو میری بچی خوش ہو کر لے آئی تھی۔''

''کس بات کی معافی مانگ رہے ہو بھائی! یہ کپڑے اب آپ ہی کی بچی کے ہیں۔'' عروہ کے ابو نے اس بچی کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

''نہیں صاحب! میں مزدور ہوں، بھکاری نہیں۔ میں نے اپنے بچوں کو کبھی بھوکا نہیں رہنے دیا، کسی نہ کسی طرح کپڑے بھی دلا دوں گا اسے۔''

''اگر تم یہ کپڑے قبول نہیں کرو گے تو میری بیٹی بھی نہیں پہنے گی۔ کسی کی خوشی نہ میں چھینوں گا نہ میری بچی۔ تم یہ رکھ لو میرے بھائی! یہ اسی کا ہے۔ یہ بھی میری بچی جیسی ہے...... بلکہ اگر کسی اور چیز کی ضرورت ہے تو بتاؤ؟'' ابو نے مزدور

کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں صاحب! اللہ آپ کو خوش رکھے۔ آپ بہت عظیم انسان ہیں۔ بڑی مہربانی۔" وہ آدمی دعائیں دیتا ہوا چل دیا۔

انھوں نے دروازہ بند کیا اور بیگم سے بولے: "کیوں بھئی، بازار چلنے کے بارے میں کیا خیال ہے؟ چلیں!"

"اور کفایت شعاری؟" عروہ کی امی مسکراتے ہوئے بولیں۔

"کبھی کبھی۔" ابو بھی مسکرانے لگے۔

اب وہ سب حقیقی خوشی سے سرشار تھے۔

صبح کا بھولا

عبدالرؤف سمرا، خانیوال

وہ دو بھائی تھے۔ بڑا رضوان اور چھوٹا حامد۔ رضوان گھر میں بڑا ہونے کے باوجود بہت شریر تھا۔ پڑھائی میں بھی نکما تھا۔ چھوٹا بھائی حامد بہت سمجھ دار اور ذہین لڑکا تھا۔ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا تھا، جس دن رضوان کی کوئی شکایت اس کے گھر نہ آتی ہو۔

ایک دن وہ اپنے دوست خالد کے ساتھ بازار گیا۔ بازار کی رونق دیکھ کر لگتا ہی نہیں تھا کہ رات کا وقت ہے۔

"میں نے یہاں ایک خاص چیز دیکھی ہے، آؤ تمھیں دکھاتا ہوں۔" خالد نے بے تکلفی سے رضوان کو بازو سے پکڑ کر تقریباً گھسیٹتے ہوئے کہا۔

"چلو پھر! میں بھی تو دیکھوں، آخر کیا چیز میرے دوست نے دیکھی ہے۔" رضوان نے خالد کے ساتھ قدم آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

کچھ ہی دیر میں وہ ایک دکان پر کھڑے تھے۔ دکان شاید نئی کھلی تھی۔ دکان کی شوکیسوں میں مختلف شکلوں والے ماسک تھے۔ کوئی جن کی شکل کا، تو کوئی کسی جانور کی شکل کا۔ ماسک لباس سمیت بھی تھے۔ رضوان کے شریر ذہن میں فوراً ایک ترکیب آئی اور اس نے ایک جن کی شکل کا ماسک پسند کر کے دکان دار کی اجازت سے اپنے کپڑوں کے اوپر اسے پہن کر خالد کی طرف دیکھا۔ خالد اسے پہچان نہ پایا۔

"تم تو اس وقت بالکل اصلی جن لگ رہے ہو۔" خالد نے ہنستے ہوئے کہا تو رضوان نے فوراً ماسک خرید لیا۔ ماسک رضوان نے ایک گہرے رنگ کے پلاسٹک بیگ میں ڈلوالیا تھا، تاکہ کوئی دیکھ نہ سکے۔ گھر پہنچ کر

اس نے سب سے نظریں بچا کر ماسک کو اپنے کمرے کی الماری میں چھپا کر رکھ دیا۔

تین دن بعد جمعہ تھا اور اس دن رضوان کے چھوٹے بھائی حامد کی سال گرہ تھی۔ رضوان نے ماسک حامد کی سال گرہ پہ ایڈونچر کرنے کے لیے ہی لیا تھا۔ سارا منصوبہ اس نے پہلے ہی بنایا ہوا تھا۔ بس اسے انتظار تھا تو سال گرہ تقریب کے شروع ہونے کا تھا۔

آج چھوٹے بھائی حامد کی سال گرہ کی تقریب تھی۔ تمام مہمان آچکے تھے اور گھر والوں نے میزوں پہ کیک اور کھانے پینے کی چیزیں لگا دیں تھیں۔ رضوان اُٹھا اور اپنے کمرے کی الماری سے ماسک اُٹھا کر چھت پر چلا گیا۔ چھت والے کمرے میں جا کر اس نے ماسک والا لباس پہنا اور آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر اپنا جائزہ لیا پھر مطمئن ہو کر نیچے آ گیا۔

جس وقت رضوان پارٹی والے کمرے میں داخل ہوا، اس وقت حامد کیک کاٹ رہا تھا اور سب تالیاں بجا کر اسے مبارک باد دے رہے تھے۔

اچانک کسی کی نظر رضوان پر پڑی تو اس نے بھوت بھوت کا شور مچا دیا۔ شور سن کر سب نے اس کی طرف دیکھا اور پھر جس کی نظر رضوان پر پڑتی، وہ بھاگنے لگتا یا پھر بے ہوش ہو کر وہیں گر جاتا۔ رضوان کو اپنی شرارت میں لطف آ رہا تھا۔ گھر میں شور شرابے نے آسمان سر پر اُٹھایا ہوا تھا۔ رضوان کا مقصد پورا ہو چکا تھا، اس لیے رضوان نے افراتفری کا فائدہ اُٹھا کر چھت پر جا کر ماسک اُتار دیا اور اپنے اصلی روپ میں آ گیا۔ رضوان نے گھر سے باہر جا کر اپنی اس شرارت کے بارے میں دوستوں کو بتایا تو سب ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو گئے۔ تقریباً ایک گھنٹے بعد وہ اپنے گھر آ گیا۔

رضوان گھر میں داخل ہوا تو حیران رہ گیا۔ پورا گھر خالی تھا اور باہر کے دروازے کو تالا بھی نہیں لگایا گیا تھا۔ رضوان فوراً باہر نکلا اور اس نے پڑوس کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹا کر ان سے گھر والوں کے بارے میں پوچھا تو پڑوسی نے بتایا کہ ان کے گھر میں کوئی بھوت گھس آیا تھا، جسے دیکھ کر کئی لوگ بے ہوش ہو گئے، جب کہ اس کے بھائی حامد کی خوف کی وجہ سے حالت زیادہ بگڑ گئی ہے۔ جس کی وجہ سے حامد کو ایمر جنسی میں اسپتال لے کر گئے ہیں۔

رضوان کو اپنے چھوٹے بھائی حامد سے

بہت محبت تھی۔ اس کا ماسک لینے اور یہ شرارت کرنے کا مقصد تو حامد کی سال گرہ کو یادگار بنانا تھا، مگر اب وہ حامد کی طبیعت کا سن کر پریشان ہو گیا۔ رضوان کو اپنے اردگرد کی دنیا گھومتی ہوئی محسوس ہونے لگی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کسی دن اس کی شرارت کا اتنا بھیانک نتیجہ نکلے گا۔ اس نے جلدی سے موٹر سائیکل نکالی اور اسپتال کی طرف دوڑانے لگا۔

رضوان کے دماغ میں شائیں شائیں ہو رہی تھی۔ وہ بار بار اپنے آپ کو کوس رہا تھا۔ وہ محلے کے کسی بھی شخص کو پریشان دیکھ کر لطف محسوس کرتا تھا، مگر آج خود اس کیفیت سے گزر رہا تھا۔ اب وہ بار بار خود کو الزام دے رہا تھا کہ اس نے ایسی شرارت کیوں سوچی۔ پتا نہیں، اس کا چھوٹا بھائی کس حالت میں ہوگا۔ وہ پوری رفتار سے موٹر سائیکل دوڑائے جا رہا تھا کہ اچانک سامنے سے آنے والی کار سے اس کی موٹر سائیکل ٹکرا گئی اور وہ دور تک لڑھکتا ہوا چلا گیا۔

جب اسے ہوش آیا تھا، اس نے خود کو اسپتال کے ایک کمرے میں پایا۔ اس کا سر اور ایک ٹانگ پٹیوں سے جکڑی ہوئی تھی۔ والدین قریب بیٹھے تھے۔ اس نے اپنے زخموں کی پروا نہ کرتے ہوئے امی سے حامد کے بارے میں پوچھا۔

"بیٹے! آج پتا نہیں کس مصیبت نے ہمارا گھر دیکھ لیا۔ پہلے گھر میں بھوت گھس آیا تھا، جس کے خوف سے حامد کی حالت خراب ہو گئی اور اب تمھیں اس حال میں اسپتال میں دیکھ رہی ہوں، لیکن اللہ کا شکر ہے کہ تم دونوں کا زیادہ نقصان نہیں ہوا۔ تمھارے بھائی کی حالت اب بہت بہتر ہے۔" رضوان کی امی نے بتایا۔

"امی! مجھے معاف کر دیں۔ حامد کی یہ حالت میری وجہ سے ہوئی۔ وہ کوئی بھوت نہیں تھا، وہ شرارت میری تھی۔ مجھے بہت افسوس ہو رہا ہے کہ میں نے اپنے بھائی پر ظلم کیا ہے۔ امی! میں نے آپ سب کو بھی بہت دکھ دیے ہیں۔ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آیندہ کبھی شرارت نہیں کروں گا۔" رضوان نے روتے ہوئے امی سے معافی مانگی۔

امی نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے آسمان کی طرف دیکھا اور ہاتھ اُٹھا کر اللہ کا شکر ادا کیا کہ دیر سے سہی، اللہ نے اسے ہدایت تو عطا کی۔ ☆

نونہال خبر نامہ

سلیم فرخی

پیر گھما کر

دنیا میں ایسے افراد کی کمی نہیں جو شہرت پانے کے لیے نہ صرف حیرت انگیز کارنامے انجام دیتے ہیں، بلکہ عالمی رکارڈ بھی بنا لیتے ہیں۔ کچھ ایسا ہی ایک چودہ سالہ برطانوی لڑکے ''میکسویل ڈے'' نے کیا ہے، جس نے اپنے پیروں کو مخالف سمت گھمانے کا مظاہرہ کیا۔ اس نے ۱۵۷ ڈگری کے زاویے پر اپنے پیروں کو گھما کر گینز بک آف دی ورلڈ رکارڈ میں اپنا نام درج کرا لیا ہے۔ لندن کے رہائشی اس لڑکے نے اپنے پیروں کو مخالف سمت میں گھمانے کا مظاہرہ کر کے دیکھنے والوں کو دنگ کر دیا۔

سپر بطخ

امریکا کے نو سالہ بچے ''جیمز سیویج'' نے سان فرانسسکو کے ساحل سے تیر کر تین میل دور ''ایلیکیٹراز'' جزیرے تک اور پھر واپس آ کر سب کو حیران کر دیا۔ وہ دنیا کا سب سے کم عمر تیراک ہے، جس نے یہ سفر طے کیا۔ جیمز سیویج نے اپنا دل چسپ سفر شروع کرنے سے پہلے کئی روز تک روزانہ پانچ گھنٹے تیرنے کی مشق کی اور اس کے بعد اس نے یہ رکارڈ قائم کیا۔ اس سے پہلے یہ اعزاز ایک دس سالہ لڑکی ''انایا خانزادی'' کے پاس تھا۔ جس نے گزشتہ برس یہ رکارڈ قائم کیا تھا۔ جیمز نے جب سان فرانسسکو سے ''ایلیکیٹراز'' کا سفر شروع کیا تو بارش اور تیز ہواؤں کی وجہ سے سفر کچھ طویل ہو گیا۔ بہترین تیراک ہونے کی وجہ سے جیمز کو سپر بطخ کا خطاب بھی دیا گیا ہے، جب کہ ان کی والدہ کا کہنا ہے کہ جیمز سخت سردی اور بارش میں بھی تیراکی سے باز نہیں آتا اور کئی کئی گھنٹے تیراکی کرتا رہتا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ پانچ سال کی عمر میں وہ سوئمنگ پول کے دونوں کناروں کے درجنوں پھیرے لگا لیتا تھا۔ ☆

نونہال مصور

سید عباد الرحمن، اورنگی ٹاؤن

محمد حمزہ حفیظ الرحمن، شاہ فیصل کالونی

اسد علی انصاری، ملتان

یسریٰ حبیب، ملیر ہالٹ

زنیرہ بنت حزب اللہ، حیدرآباد

سلمان یوسف سمیجہ، علی پور

ناعمہ ذوالفقار، کراچی
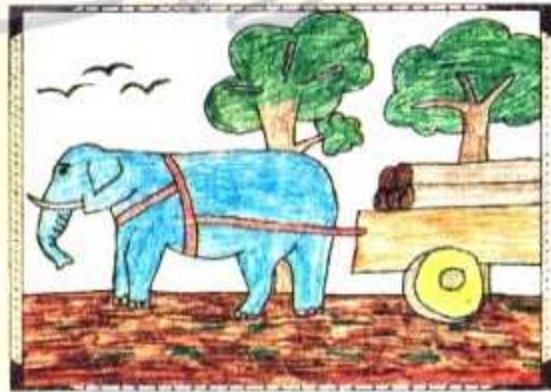
ارم شہزادی، جہانیاں

حمنہ ذوالفقار، کراچی

ہادیہ عدنان، گلشن اقبال

ایم عارب فرحان، لانڈھی

علیشہ محمد قاسم، سکھر
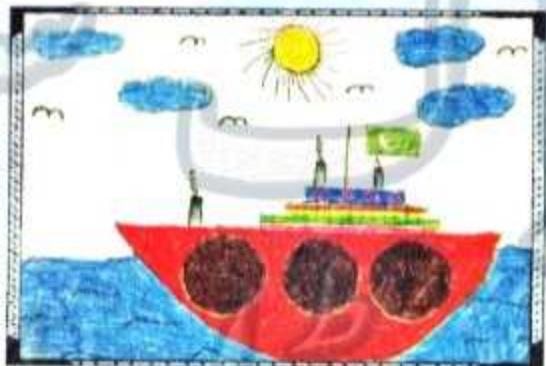
رمیصا حزب اللہ، حیدرآباد

رافعہ محمد سعید، میرپورخاص

محمد طٰہٰ، پی آئی بی کالونی
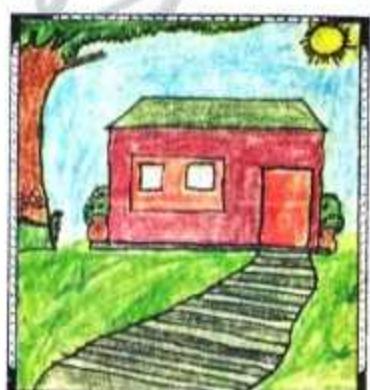
''بھائی! رات میں اگر نیند نہ آئے تو کیا کرنا چاہیے؟''

''ارے بھائی! نیند کا انتظار کرنے سے سو جانا اچھا ہے۔''

لطیفہ : سمیعہ توقیر، کراچی

خود غرض لومڑی

جاوید اقبال

مرغی، لومڑی کو جھاڑیوں کے پاس بیٹھی دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ وہ محتاط قدموں سے یہ دیکھنے کے لیے آگے بڑھی کہ لومڑی یہاں کیا کر رہی ہے۔ اس نے دیکھا، لومڑی کی دُم ایک لوہے کے شکنجے میں پھنسی ہوئی ہے، جسے وہ چھڑانے کی کوشش کر رہی ہے۔ اتنے میں لومڑی کی نظر مرغی پر پڑ گئی۔

''آؤ، آؤ بہن! کیا حال ہے؟'' لومڑی نے چہرے پر مسکراہٹ سجاتے ہوئے کہا۔

''یہ کیا ہوا؟'' مرغی نے لومڑی کی شکنجے میں پھنسی دُم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

لومڑی نے کہا: ''بہن! اس نامراد شکنجے کے ساتھ گوشت کا ٹکڑا لگا ہوا تھا۔ میں نے اسے کھانا چاہا تو ایک زور کی آواز آئی اور میری دُم اس میں پھنس گئی۔''

مرغی نے کہا: ''لیکن تم تو بہت چالاک اور ذہین ہو، تم اس میں کیسے پھنس گئیں؟''

مرغی سوچ رہی تھی کہ کہیں لومڑی کوئی چال نہ چل رہی ہو۔

لومڑی بولی: ''بہن! لالچ بُری بلا ہے۔ گوشت کا ٹکڑا دیکھ کر میرا دل للچا گیا۔ اگر تم میری مدد کرو تو میں اس شکنجے سے آزاد ہو سکتی ہوں۔''

مرغی نے کہا: ''ابھی دو دن پہلے تم نے میرے ننھے منے بچے کو پھاڑ کھایا تھا، پھر بھی مجھ سے مدد کی توقع رکھتی ہو۔''

لومڑی نے کہا: ''بہن! مجھ سے غلطی ہو گئی۔ میں تم سے معافی مانگتی ہوں۔ دیکھو، میرا تم پر ایک احسان بھی تو ہے!''

''کیسا احسان؟'' مرغی نے حیرت سے کہا۔

''دیکھو، میری وجہ سے تم اور تمھارے بچے محفوظ ہیں۔ میں تمھاری ہمسائی نہ ہوتی تو لوگ تمھیں اور تمھارے بچوں کو پکڑ کر لے گئے ہوتے۔''

لومڑی کی بات سن کر مرغی سوچ میں پڑ گئی کہ لومڑی کی مدد کرے کہ نہ کرے۔

مرغی کو سوچ میں ڈوبا دیکھ کر لومڑی چالاکی سے بولی: ''بہن! کیا سوچ رہی ہو، دیر نہ کرو، ورنہ شکاری آ جائے گا۔ میری تو جان جائے گی، میرے ساتھ تم اور تمھارے بچے بھی نہ بچ سکیں گے۔''

مرغی، لومڑی کی چال میں آ گئی۔ وہ اس کے پاس چلی آئی اور غور سے اس کی پھنسی دُم کو دیکھنے لگی۔ اس نے لوہے کے شکنجے کو اپنی چونچ سے ٹھونگیں ماریں، پنجے سے کریدا، پھر بولی: ''یہ تو بہت مضبوط ہے، میں اسے نہیں کھول سکتی۔''

لومڑی سر گھما کر بولی: ''لو، میں بھی اپنے پنجے سے زور لگاتی ہوں۔''

دونوں نے مل کر زور لگایا تو شکنجے کا اوپری حصہ کچھ اوپر اُٹھا۔ لومڑی نے اپنی دُم کو باہر کھینچ لیا اور جلدی سے شکنجے کو چھوڑ دیا، جس سے شکنجے کی نوک ٹھک سے مرغی کے پنجے پر گری اور اس کا پنجہ شکنجے میں پھنس گیا۔

لومڑی نے اپنی دُم کو جھاڑا، سہلایا۔ اس کی دُم کے بہت سارے بال اُکھڑ گئے تھے۔ وہ اپنی زخمی دُم اُٹھائے جنگل کی طرف چل پڑی۔

لومڑی کو جاتے دیکھ کر مرغی نے کہا: ''بہن! کہاں چلیں، میرا پنجہ تو چھڑاتی جاؤ؟''

لومڑی بولی: ''بہن! میری دُم پر زخم ہوگیا ہے۔ میں ذرا گھر جا کر مرہم پٹی کرلوں، پھر آکر تمھیں آزاد کراتی ہوں۔'' یہ کہہ کر لومڑی جنگل کی طرف بڑھ گئی۔ اس کا رُخ مرغی کے گھر کی طرف تھا، جہاں مرغی کے بچے اکیلے تھے۔

وہ خیالوں ہی میں ان کے مزے دار گوشت کے چٹخارے لیتی تالاب کے کنارے جا پہنچی اور پھر جیسے ہی اس نے مرغی کے گھر میں داخل ہونا چاہا۔ ایک کالی بلا اس پر جھپٹی، اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھتی، اسے زور کا ایک دھکا لگا۔ وہ اُڑ کر دور جا گری۔ اسی وقت اس نے بھیا ریچھ کو مرغی کے گھر سے نکل کر اپنی طرف آتے دیکھا تو دُم دبا کر وہاں سے بھاگی۔

مرغی، بھیا ریچھ کو اپنے گھر اور بچوں کی حفاظت کا کہہ کر گئی تھی۔ بھیا ریچھ مرغی کو ڈھونڈنے نکلے۔ جھاڑیوں کے پاس انھیں مرغی مل گئی۔ انھوں نے اس کا پنجہ شکنجے سے نکالا اور اسے اس کے گھر تک چھوڑنے آئے۔

لومڑی ریچھ کے ڈر سے یہ جنگل ہی چھوڑ گئی اور کسی دوسری جگہ جا بسی۔ ☆

آدمی: ''بھائی صاحب! جب آپ امتحان دینے گئے تو اپنے ساتھ پلمبر کو کیوں اپنے ساتھ لے کر گئے؟''

جواب ملا: ''ہمیں پتا چلا تھا کہ پیپر لیک ہو گیا ہے۔''

مرسلہ : ایمن صابر، کراچی

ایک آدمی نے دوسرے سے کہا: ''اگر تم سامنے والی دکان سے کوئی چیز چُرا کر لے آؤ تو میں تمھیں پانچ سو روپے دوں گا۔''

دوسرا آدمی فوراً گیا اور گھی کا ڈبا اُٹھا لایا۔

پہلا آدمی: ''تمھیں یہ سن کر افسوس ہوگا کہ میں پولیس والا ہوں۔ اب تم سیدھے جیل جاؤ گے۔''

دوسرا آدمی: ''تمھیں یہ سن کر مایوسی ہوگی کہ میں اس دکان کا مالک ہوں۔''

مرسلہ : زحل فاطمہ، کراچی

بیٹا (ماں سے): ''امی! دودھ کیوں ضروری ہوتا ہے؟''

ماں: ''کیوں کہ دودھ پینے سے لوگ سفید اور صحت مند ہو جاتے ہیں۔''

بیٹا: ''تو امی جان! یہ بھینسیں کیوں کالی ہوتی ہیں؟''

مرسلہ : طوبیٰ اسلام، اسلام آباد

ایک رنگ ساز کے پاس کوئی آدمی کپڑا رنگوانے کے لیے آیا۔ رنگ ساز نے پوچھا: ''کون سا رنگ کرنا ہے؟''

اس نے کہا: ''سفید، کالے، سرخ، نیلے، پیلے، گلابی، خاکی اور سبز کے علاوہ جو جی چاہے، کر دیں۔''

رنگ ساز نے یہ سن کر کہا: ''اچھی بات ہے۔ ہفتہ، اتوار، پیر، منگل، بدھ، جمعرات اور جمعہ کے علاوہ جس دن جی چاہے، آ کر لے جائیں۔''

مرسلہ : اُسامہ بن محمد نواز، لانڈھی

😊استاد، شاگرد سے: ''یاد ہے، ہندستان کب آزاد ہوا تھا؟''

شاگرد: ''سر! مجھے ضرور یاد ہوتا، لیکن میں اس وقت پیدا نہیں ہوا تھا۔''

مرسلہ : محمد ارسلان رضا، کھروڑ پکا

😊ایک آدمی رکشے والے سے: ''صدر جائے گا؟''

رکشے والا: ''میرا خیال ہے، وہ نہیں جائے گا۔ وہ پانچ سال کے لیے آیا ہے، ابھی تو تین سال باقی ہیں۔''

آدمی: ''یہ بتاؤ، مجھے صدر، بازار لے جائے گا؟''

رکشے والا: ''میں کوئی صدر کا سیکرٹری ہوں! خود جا کر پوچھ لو۔''

آدمی: ''مجھے صدر جانا ہے بھائی!''

رکشے والا: ''تو ایسا پہلے کیوں نہیں بولا، بیٹھو۔''

مرسلہ : جابر علی، ہزاری

😊ایک آدمی کنویں میں گر گیا۔ ایک پولیس اہلکار نے کنویں سے بچاؤ بچاؤ کی آوازیں سنیں تو کنویں میں رسی ڈال کر اسے اوپر کھینچا۔ جب کنویں سے آدمی کا سر باہر آیا تو معلوم ہوا کہ وہ انسپکٹر صاحب ہیں۔ پولیس اہلکار نے فوراً رسی چھوڑی اور سیلوٹ کرتے ہوئے کہا: ''السلام علیکم سر!''

مرسلہ : حذیفہ احمد، کراچی

😊استاد: ''گنے سے ہمیں کیا ملتا ہے؟''

شاگرد: ''پتا نہیں۔''

استاد: ''چینی کہاں سے آتی ہے؟''

شاگرد: ''پرچون کی دکان سے۔''

مرسلہ : کومل فاطمہ اللہ بخش، لیاری

😊استاد، شاگرد سے: ''تم جغرافیہ یاد کر کے آئے ہو؟''

شاگرد: ''نہیں جناب!''

استاد (غصے سے): ''کیوں؟''

شاگرد: ''کل جلسے میں ایک سیاسی رہنما کہہ رہے تھے کہ ہم جلد ہی دنیا کا نقشہ بدل دیں گے۔ میں نے سوچا کہ میں نیا جغرافیہ ہی یاد کرلوں گا۔''

مرسلہ : سیدہ اریبہ بتول وسیم حیدر، لیاری

شوہر: ''بیگم! تم ایک گھنٹے سے دروازے پر کھڑی کس سے باتیں کر رہی تھیں؟''

بیوی: ''میری سہیلی تھی۔ بے چاری کے پاس اندر آنے کا وقت ہی نہیں تھا۔''

مرسلہ : پرویز حسین، کراچی

پولیس کانسٹیبل اپنے بچے کو ڈانٹتے ہوئے: ''تمھیں شرم آنی چاہیے، فیل آئے ہو تم۔ آج سے تمھارا کھیلنا کودنا بند۔''

بچہ: ''یہ پچاس رپے پکڑیں اور معاملہ یہیں ختم کر دیں۔''

مرسلہ : عمیرہ صابر، ایف بی ایریا

پولیس والے نے موٹر سائیکل پر سوار چار نوجوانوں کو رکنے کا اشارہ کیا۔ موٹر سائیکل چلانے والے نے بڑی عاجزی اور اپنائیت سے کہا: ''جناب! ہم پہلے ہی بڑی مشکل سے بیٹھے ہیں، ورنہ آپ کو ضرور بٹھا لیتے۔''

مرسلہ : محمد عمر امتیاز، کراچی

تین دوست سمیر، ثاقب اور صابر بیٹھے اپنے ایک کلاس فیلو باسط کی برائیاں کر رہے تھے۔ اچانک ثاقب بولا: ''ارے دوستو! چپ ہو جاؤ، پیچھے دیکھو، باسط ہمارے قریب ہی کھڑا ہے۔''

صابر نے پیچھے مڑ کر باسط کو دیکھا اور پوچھا: ''باسط! ہم تمھاری برائیاں تو نہیں کر رہے تھے، تم نے سنی تو نہیں!''

مرسلہ : سلمان یوسف سمیجہ، علی پور

☆ امیر کا بیٹا: ''پپا! آج بہت گرمی ہے۔''

پپا: ''ہم آج ہی اے سی لگوا لیتے ہیں۔''

غریب کا بیٹا: ''ابا! آج کس قدر گرمی ہے۔''

ابا: ''چلو، تمھیں گنجا کروا دوں۔''

مرسلہ : مدیحہ رمضان بھٹہ، اوتھل

☆ کرکٹ کے ایک کھلاڑی کو بخار ہو گیا۔ ڈاکٹر نے اس کا درجۂ حرارت دیکھ کر حیران ہوتے ہوئے کہا: ''ارے، یہ تو ۱۰۵ درجے تک پہنچ چکا ہے۔''

کھلاڑی نے خوش ہو کر پوچھا: ''ڈاکٹر صاحب! کیا یہ عالمی رکارڈ ہے؟''

مرسلہ : سیدا یمن اسد، کراچی

آخری سبق

رضا محمد قریشی

پہلے زمانے کا ذکر ہے۔ کسی دور دراز علاقے میں ایک بوڑھا استاد رہا کرتا تھا، جس کے سات شاگرد تھے۔ وہ انھیں لکھنے پڑھنے کے علاوہ ریاضی کی تعلیم بھی دیتا تھا اور اکثر انھیں جفاکشی اور بہادری کی زندگی گزارنے کی تلقین کرتا تھا۔

تمام شاگرد اپنے استاد کی بے حد عزت کرتے اور اسے کبھی شکایت کا موقع نہ دیتے تھے، تاکہ استاد ان سے خوش رہے۔ جب شاگردوں نے تعلیم مکمل کر لی تو استاد نے انھیں آخری سبق پڑھاتے ہوئے کہا: ''میرے پیارے بچو! میں نے جو کچھ پڑھا تھا، وہی تمھیں پڑھا دیا۔ اپنی زندگی کے تجربات بھی تمھیں بتا دیے ہیں۔ مجھے اُمید ہے کہ تم اپنی تعلیم سے فائدہ اٹھاؤ گے اور کام یاب زندگی گزارو گے۔''

استاد کی باتیں سن کر ایک شاگرد اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا: ''استاد محترم! آپ نے درست فرمایا ہے۔ بہتر ہے کہ آپ ہمارا امتحان لیں، تاکہ پتا چل سکے کہ ہم اپنی تعلیم میں کام یاب ہوئے ہیں یا نہیں؟''

دوسرے شاگرد نے کہا: ''محترم استاد! آپ نے ہمیں تمام علوم کی تعلیم دی ہے۔ اب آپ ملاحظہ فرمالیں کہ ہم زندگی میں کہاں تک کام یاب ہو سکیں گے۔''

بوڑھے استاد نے اپنا سر اُٹھایا اور کہا: ''ہاں! اب تمھاری آزمائش کا وقت آ گیا ہے، اس لیے کوشش کرو کہ اپنی تعلیم سے پورا پورا فائدہ اُٹھاؤ۔''

استاد نے کچھ سوچتے ہوئے اپنا ہاتھ جیب میں ڈالا اور سات سکے نکال کر کہا:

''میرے بچو! میں تمھارا امتحان لے رہا ہوں۔ تمھیں ایک رات اور ایک دن کی مہلت دیتا ہوں۔ بازار میں جو چیز سب سے عمدہ دکھائی دے، اسے خرید کر اپنے گھروں میں رکھ دو۔ تمھاری خریداری اور انتخاب سے مجھے معلوم ہوگا کہ تم نے اپنی تعلیم سے کتنا تجربہ حاصل کیا ہے۔''

استاد نے ہر شاگرد کو ایک ایک سکہ دیا اور وہ سب استاد کو اللہ حافظ کہہ کر بہترین اور عمدہ چیز کی خریداری کے لیے بازار کی طرف چل پڑے۔

تمام شاگردوں نے اپنے لیے عمدہ عمدہ چیزیں خریدیں اور گھر میں اپنے استاد کا انتظار کرنے لگے، تاکہ استاد بہترین شاگرد کا انتخاب کرے۔

جب استاد پہلے شاگرد کے گھر پہنچا تو شاگرد نے کہا: ''میں نے اپنے سکے سے لکڑیاں خریدی ہیں، تاکہ سردیوں میں ان کی آگ سے اپنا کمرا گرم کروں اور کھانا پکاؤں۔''

استاد نے کہا: ''ہاں! ایندھن مفید چیز ہے، لیکن تم اپنے سکے سے اس سے بھی بہتر چیز خرید سکتے تھے۔''

اب دوسرے شاگرد کی باری تھی۔ اس نے اپنے استاد کے لیے گھر کا دروازہ کھولا اور تعظیم سے کھڑا ہو گیا۔

استاد اس کے کمرے میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ کمرے کے ایک کونے میں ایک مرغی موجود ہے، جو گندم کے دانے کھا رہی ہے۔

شاگرد نے مرغی کی طرف اشارہ کیا اور کہا: ''میں نے مرغی خریدی ہے، یہ مرغی انڈے دے گی اور کچھ عرصے بعد میں اسے ذبح کر کے اس کا گوشت بھی کھا لوں گا۔''

یہ سن کر استاد نے کہا: ''مرغی اچھا پرندہ ہے، تم اس کے انڈوں اور گوشت سے

فائدہ اُٹھا سکو گے، لیکن اگر کوشش کرتے تو اس سے بہتر چیز بھی خرید سکتے تھے۔''

تیسرے شاگرد نے ایک گائے خریدی تھی۔ اس نے اپنی گائے استاد کو دکھائی اور کہا: ''میرا خیال ہے کہ میں نے بہترین چیز خریدی ہے۔ یہ گائے روزانہ دودھ دیتی ہے۔ ہر سال بچہ بھی دیتی ہے۔ اس کے فائدے ہر ایک کو معلوم ہیں۔''

اس دفعہ بھی استاد نے کہا: ''میرے بچے! واقعی گائے مفید جانور ہے، لیکن تم اپنے سکے سے اس بھی بہتر چیز خرید سکتے تھے۔''

چوتھے شاگرد نے ایک گھوڑا خریدا تھا، جسے بوڑھا استاد دیکھ کر مسکرایا اور چل دیا۔

پانچویں شاگرد نے کچھ پھل خریدے تھے اور وہ سمجھتا تھا کہ اس نے اچھی خریداری کی ہے، لیکن استاد نے کہا: ''دنیا میں ان چیزوں سے عمدہ اور مفید چیزیں موجود ہیں۔''

چھٹے شاگرد کا کمرا خالی تھا۔ اس شاگرد نے کہا: ''استاد محترم! میں نے کافی کوشش کی، لیکن مجھے کوئی عمدہ چیز نظر نہیں آئی۔ میں کئی چیزیں دیکھ کر اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ہر ایک چیز کچھ دیر کے لیے مفید ہے، لیکن اس کے بعد بے اثر ہو جاتی ہے، اس لیے میں نے اپنا سکہ محفوظ کر کے رکھ لیا ہے۔''

بوڑھے استاد نے کہا: ''تم بزدل ہو، کیا ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ اس دنیا میں کوئی ایسی مفید چیز موجود نہ ہو، جو اس سکے سے نہ خریدی جا سکے؟ تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ اگر تمھارے پاس سکوں کا ایک ڈھیر بھی ہو تو تمھاری سمجھ میں نہ آ سکے گا کہ ان سے کون سی چیز خریدوں اور کون سی نہ خریدوں، بلکہ ایسی رقم کا ہونا یا نہ ہونا تمھارے لیے ایک جیسا ہے۔''

ساتواں شاگرد ایک جوان اور تجربے کار انسان تھا۔ اس نے اپنے سکے سے ایک

چراغ خریدا تھا اور اسے ہاتھ میں اٹھا رکھا تھا۔ وہ استاد کی تعظیم کے لیے آگے بڑھا۔

استاد نے پوچھا: ''میرے بیٹے! کیا تم نے اپنے سکے سے یہ چراغ خریدا ہے؟''

شاگرد نے کہا: ''جی استاد محترم!''

استاد نے کہا: ''شاباش میرے بیٹے! تم نے سب سے عمدہ چیز خریدی ہے۔ تم نے ثابت کر دیا ہے کہ تم میرے شاگردوں میں سب سے زیادہ عقل مند ہو۔''

استاد نے چراغ اپنے ہاتھ میں لیا اور دوسرے شاگردوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: ''میرے پیارے بچو! ہر ایک چیز اپنی حد تک مفید اور کارآمد ہے، لیکن چراغ کی روشنی سب سے بہترین ہے۔ ہم اس کی روشنی میں کئی کام انجام دے سکتے ہیں۔ جب ہم دعوا کرتے ہیں کہ ہم مفید انسان ہیں تو ضروری ہے کہ ہم دوسروں کے لیے خود کو مفید ثابت کریں اور ساری انسانیت کی خدمت کریں۔ ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہیے کہ ہم صرف اپنی ذات کی فکر میں لگے رہیں۔ پیارے بچو! تمھیں کوشش کرنی چاہیے کہ زندگی میں دوسروں کے لیے راستے کا چراغ بنو۔ پھر تم دعوا کر سکو گے کہ کامیاب زندگی گزار رہے ہو۔'' ☆
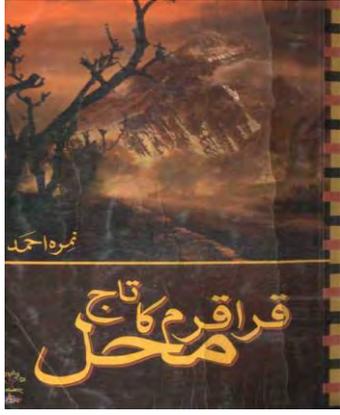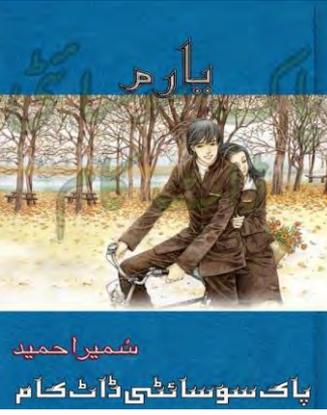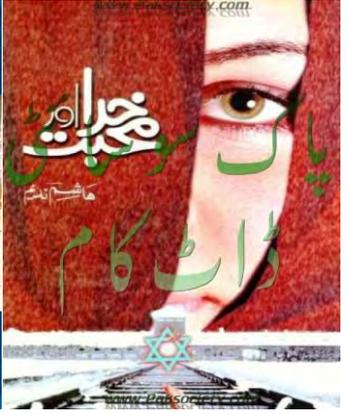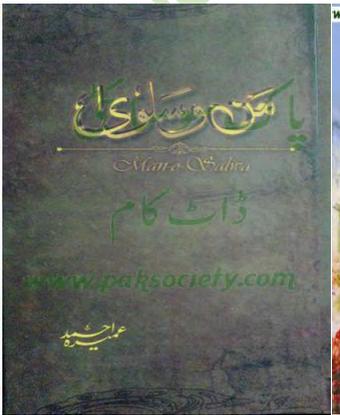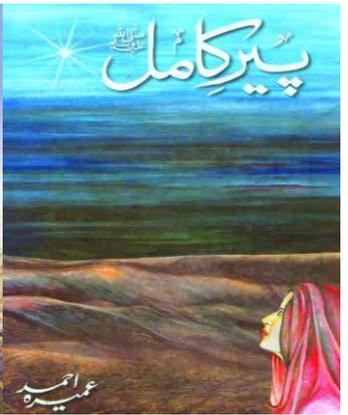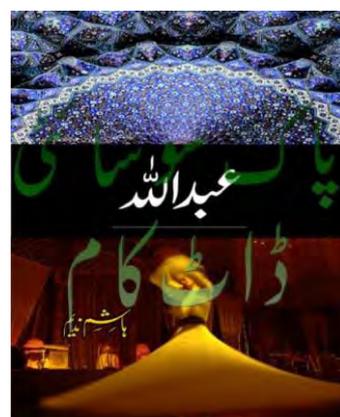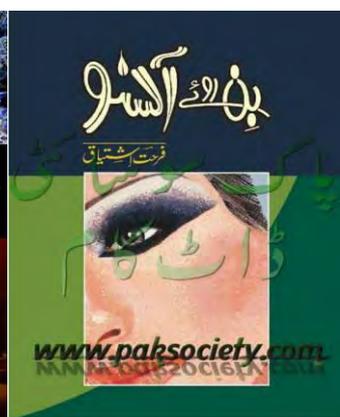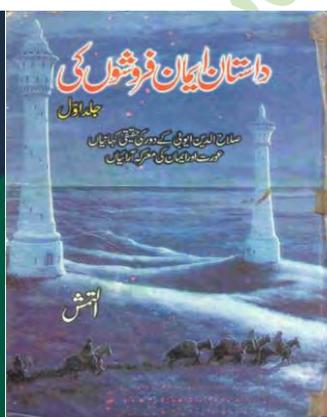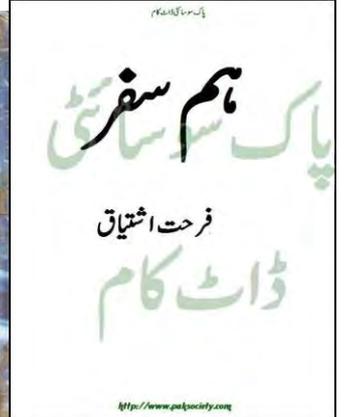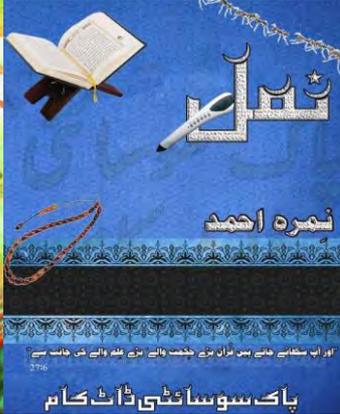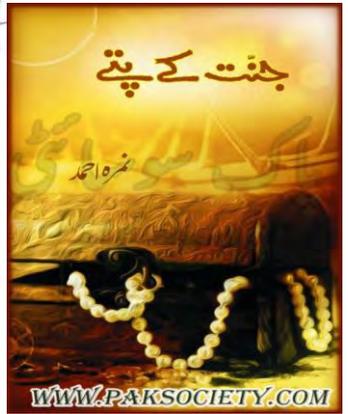
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

ہنڈ کلیا

کچوری

مرسلہ : حفصہ محمد طاہر قریشی، نواب شاہ

میدہ : دو کپ　　دال مونگ : آدھا کپ　　دال چنا : آدھا کپ

گرم مسالا پاؤڈر : آدھا چائے کا چمچہ　　لال مرچ پاؤڈر : ایک چائے کا چمچہ

ہری مرچیں : دو سے تین عدد　　گھی : حسب ضرورت　　نمک : حسب ذائقہ

ترکیب: دالوں کو رات بھر کے لیے بھگو دیں۔ صبح پانی نتھار کر پیس لیں۔ میدے میں نمک اور تھوڑا گھی ملا کر نیم گرم پانی سے گوندھ لیں۔ ایک چمچہ گھی گرم کر کے اس میں دالوں کا آمیزہ، نمک، لال مرچ، باریک کٹی ہوئی مرچیں اور گرم مسالا شامل کر کے فرائی کر لیں۔ آٹے کے چھوٹے چھوٹے پیڑے بنا کر بیلیں اور درمیان میں دال رکھ کر کنارے موڑ کر بند کر دیں، ہلکے سے ہاتھ سے دبا کر چپٹا کر لیں اور گرم گھی یا تیل میں تلیں۔ سنہری ہونے پر نکالیں اور حسب پسند آلو کی ترکاری کے ساتھ پیش کریں۔

ناریل کی مٹھائی

مرسلہ : ممتاز صدیقی، نارتھ ناظم آباد

تازہ ناریل : ایک عدد　　چینی : ڈیڑھ پیالی

دودھ : ڈیڑھ پیالی　　سبز الائچی : پانچ، چھے عدد

پستہ : پانچ، چھے عدد　　بادام : چھے، سات عدد

ترکیب: ناریل کو کدوکش کر لیں اور اس میں چینی اور دودھ ملا کر ہلکی آنچ پر چڑھا دیں، یہاں تک کہ آمیزہ گاڑھا سا ہو جائے۔ پھر سبز الائچی پیس کر اس میں شامل کر دیں۔ اسٹیل یا سلور کی تھالی میں ہلکا سا گھی لگا دیں اور اس پر یہ آمیزہ اُنڈیل دیں۔ بادام، پستے باریک کاٹ کر اوپر سے سجا دیں۔ ٹھنڈی ہو جانے پر مٹھائی کے چوکور ٹکڑے کاٹ لیں۔ عمدہ ناریل کی مٹھائی تیار ہے۔ ☆

انعامی سلسلہ ۲۵۸

معلومات افزا

سلیم فرخی

معلومات افزا کے سلسلے میں حسب معمول ۱۶ سوالات دیے جا رہے ہیں۔ سوالوں کے سامنے تین جوابات بھی لکھے ہیں، جن میں سے کوئی ایک صحیح ہے۔ کم سے کم گیارہ صحیح جوابات دینے والے نونہال انعام کے مستحق ہو سکتے ہیں، لیکن انعام کے لیے سولہ صحیح جوابات بھیجنے والے نونہالوں کو ترجیح دی جائے گی۔ اگر ۱۶ صحیح جوابات دینے والے نونہال ۱۵ سے زیادہ ہوئے تو پندرہ نام قرعہ اندازی کے ذریعے سے نکالے جائیں گے۔ قرعہ اندازی میں شامل ہونے والے باقی نونہالوں کے صرف نام شائع کیے جائیں گے۔ گیارہ سے کم صحیح جوابات دینے والوں کے نام شائع نہیں کیے جائیں گے۔ کوشش کریں کہ زیادہ سے زیادہ صحیح جوابات دے کر انعام میں ایک اچھی سی کتاب حاصل کریں۔ صرف جوابات (سوالات نہ لکھیں) صاف صاف لکھ کر کوپن کے ساتھ اس طرح بھیجیں کہ ۱۸ جون ۲۰۱۷ء تک ہمیں مل جائیں۔ کوپن کے علاوہ علاحدہ کاغذ پر بھی اپنا مکمل نام پتا اردو میں بہت صاف لکھیں۔ ادارہ ہمدرد کے ملازمین / کارکنان انعام کے حق دار نہیں ہوں گے۔ ☆

۱۔ حضرت لوطؑ .... نامی علاقے کے لوگوں کی ہدایت کے لیے مبعوث ہوئے تھے۔ (سدوم ۔ مدین ۔ نینوٰی)

۲۔ غزوہ احد میں .... صحابہ کرامؓ شہید ہوئے تھے۔ (۶۰ ۔ ۷۰ ۔ ۸۰)

۳۔ مشہور سفر نامہ حج ''لبیک'' مشہور ادیب .... کی تصنیف ہے۔ (ممتاز مفتی ۔ مسعود مفتی ۔ مختار مسعود)

۴۔ ۱۷-اپریل ۱۹۴۶ء کو شام نے .... سے آزادی حاصل کی۔ (برطانیہ ۔ امریکا ۔ فرانس)

۵۔ مشرق کا سوئٹزر لینڈ پاکستانی علاقے .... کو کہا جاتا ہے۔ (ایوبیہ ۔ سوات ۔ مری)

۶۔ پاکستان میں جب دوپہر کے بارہ بجتے ہیں تو چین میں سہ پہر کے .... بجے کا وقت ہوتا ہے۔ (تین ۔ چار ۔ پانچ)

۷۔ بھوٹان کی کرنسی .... کہلاتی ہے۔ (نگلٹرم ۔ منات ۔ کولون)

۸۔ ریشم کے کیڑے کا تعلق .... کے درخت سے ہے۔ (چیڑ ۔ ارنڈ ۔ شہتوت)

۹۔ انسانی غذا میں موجود حیاتین (VITAMIN) کو اردو میں .... کہتے ہیں۔ (حرارہ ۔ ترشہ ۔ حیاتین)

۱۰۔ سیاہ رنگ میں سرخ رنگ ملانے سے .... رنگ بنے گا۔ (سلیٹی ۔ بھورا ۔ گلابی)

۱۱۔ ۱۸-مئی ۱۹۴۸ء کو قیام پاکستان کے بعد پہلی نہر کھودی گئی تھی جو .... کے نام سے مشہور ہے۔ (بی آر بی ۔ بی آر ڈی ۔ پی آر بی)

۱۲۔ مشہور ناول .... کو اردو کا سب سے بڑا اور عظیم ناول قرار دیا گیا ہے۔ (خدا کی بستی ۔ راجا گدھ ۔ آگ کا دریا)

۱۳۔ مشہور شاعر .... کا اصل نام سید سعید الرحمان تھا۔ (سرور بارہ بنکی ۔ بہزاد لکھنوی ۔ حسرت موہانی)

۱۴۔ طرابلس (طرابلس) .... کا دارالحکومت ہے۔ (بحرین ۔ مراکش ۔ لیبیا)

۱۵۔ اردو زبان کا ایک محاورہ: ''آ بیل .... مار'' (منھ ۔ اسے ۔ مجھے)

۱۶۔ علامہ اقبال کے اس شعر کا دوسرا مصرع مکمل کیجیے:

جعفر از بنگال و صادق از دکن
ننگِ آدم .... ننگِ وطن (ننگِ عالم ۔ ننگِ دیں ۔ ننگِ جہاں)

کوپن برائے معلومات افزا نمبر ۲۵۸ (جون ۲۰۱۷ء)

نام : ________________

پتا : ________________

____

____

کوپن پر صاف صاف نام، پتا لکھیے اور اپنے جوابات (سوال نہ لکھیں، صرف جواب لکھیں) کے ساتھ لفافے میں ڈال کر دفتر ہمدرد نونہال، ہمدرد ڈاک خانہ، کراچی ۷۴۶۰۰ کے پتے پر اس طرح بھیجیں کہ ۱۸- جون ۲۰۱۷ء تک ہمیں مل جائیں۔ ایک کوپن پر ایک ہی نام لکھیں اور صاف لکھیں۔ کوپن کو کاٹ کر جوابات کے صفحے پر چپکا دیں۔

کوپن برائے بلاعنوان انعامی کہانی (جون ۲۰۱۷ء)

عنوان : ________________

نام : ________________

پتا : ________________

____

____

یہ کوپن اس طرح بھیجیں کہ ۱۸ -جون ۲۰۱۷ء تک دفتر پہنچ جائے۔ بعد میں آنے والے کوپن قبول نہیں کیے جائیں گے۔ ایک کوپن پر ایک ہی نام اور ایک ہی عنوان لکھیں۔ کوپن کو کاٹ کر کاپی سائز کے کاغذ پر درمیان میں چپکائیے۔

دنیائے اسلام کی نامور شخصیات کے بارے میں

ان کے باتصویر ٹائٹل کے ساتھ نئے ایڈیشنز شائع ہو گئے ہیں۔

کتاب کا نام	قیمت
۱۔ الطوسی۔ ماہرِ ریاضی	۳۵ روپے
۲۔ الادریسی۔ ماہرِ جغرافیہ	۴۲ روپے
۳۔ الفارابی۔ عظیم فلسفی	۴۵ روپے
۴۔ البیطار۔ ماہرِ نباتات	۵۰ روپے
۵۔ الوزّان۔ عظیم سیاح اور واقعہ نگار	۴۵ روپے
۶۔ القزوینی۔ ماہرِ ارضیات	۴۰ روپے
۷۔ البیرونی۔ عظیم مفکر اور ماہرِ فلکیات	۴۰ روپے
۸۔ ابنِ خلدون۔ عظیم مورّخ اور ماہرِ عمرانیات	۴۰ روپے
۹۔ جابر بن حیان۔ ماہرِ کیمیا	۴۰ روپے
۱۰۔ ابنِ یونس۔ ماہرِ فلکیات	۴۰ روپے
۱۱۔ الخوارزمی۔ ماہرِ حساب	۳۵ روپے

ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان، ہمدرد سینٹر، ناظم آباد نمبر ۳، کراچی۔ ۷۴۶۰۰

آدھی ملاقات

یہ خطوط ہمدرد نونہال شمارہ اپریل ۲۰۱۷ء کے بارے میں ہیں

● تمام کہانیاں پسند آئیں۔ جاگو جگاؤ سے لے کر نونہال لغت تک ہر چیز عمدہ تھی، پورا رسالہ آپ کی اور سارے قلم کاروں کی محنت کا منھ بولتا ثبوت ہے۔ **آصف بوزدار، میر پور ماتھیلو۔**

● ماشاء اللہ اپریل کا شمارہ تو بہت اچھا تھا۔ بالکل بہار کی طرح۔ پہلے نمبر پر تو چٹائی والا بادشاہ، دوسرے نمبر پر ہمارے شاعرِ مشرق۔ ''ایسا کریں'' نظم تو بہت ہی اچھی تھی۔ کون سا لفظ ٹھیک ہے، اسماعیل یا اسمٰعیل؟ **محمد عمر فاروق، خیر پور ٹامیوالی۔**

دونوں طرح سے درست ہے۔ تلفظ بھی ایک ہی ہے۔

● اپریل کا شمارہ بے مثال اور لاجواب تھا۔ ہر کہانی اپنی مثال آپ تھی۔ ہمیں یہ رسالہ بہت اچھا لگتا ہے۔ ہم کئی سال سے نونہال رسالہ پڑھ رہے ہیں۔ **احمد رضا عطاری، حسان عطاری، میمونہ عطاریہ، ملیر، کراچی۔**

● اپریل کے شمارے کا سرورق بہت ہی خوب صورت لگ رہا تھا۔ جاگو جگاؤ میں شہید حکیم محمد سعید کی باتیں بہت مفید تھیں۔ پہلی بات میں خاص نمبر کا پڑھ کر خوشی ہوئی۔ روشن خیالات بھی اچھے لگے۔ مسعود احمد برکاتی کی تحریر ''اچھی زندگی'' بہت ہی اہم تھی۔ نظم ''دعا'' اچھی لگی۔ کہانیوں میں پہلے نمبر پر پندرھواں دروازہ، دوسرے نمبر پر انجان محسن، تیسرے نمبر پر پھوے کا غصہ اور چوتھے نمبر پر چٹائی والا بادشاہ بہت زبردست کہانیاں تھیں۔ **امداد علی، کراچی۔**

● سرورق نونہالوں میں بہت پسند کیا گیا۔ سلیم فرخی کی پہلی بات بہت عمدہ اور تاریخ کو یاد رکھنے کے قابل بناتی ہے۔ شیخ عبدالحمید عابد کی تحریر اور'' قائداعظم کا نوجوانوں سے خطاب'' بھی یادگار مضمون کی حیثیت رکھتا ہے۔ مسعود احمد برکاتی نے'' عالم بے مثال'' میں کافی سسپنس کے بعد'' عالم'' کا نام ظاہر کیا ہے۔ ڈاکٹر سہیل احمد برکاتی کا مضمون'' سرسید کا بچپن'' اچھا تھا، واقعات اچھے انداز میں پیش کیے گئے۔ نونہال خبرنامہ میں تینوں خبریں معلوماتی اور دل چسپی کے حامل ہیں۔ ''باغی'' کافی حد تک متاثر کن تحریر ہے۔ **محمد اصغر بھٹہ، ملتان۔**

● اس مہینے کا خیال بہت ہی اچھا تھا۔ جاگو جگاؤ میں ایک نئی بات سیکھنے کو ملی۔ پہلی بات میں آپ نے مفید معلومات دیں۔ روشن خیالات دل میں گھر کر گئے۔ ''اچھی زندگی'' تحریر بہت اچھی لگی۔ ''بلاعنوان کہانی'' اور'' وہ کون تھے'' بہت اچھی کہانیاں لگیں۔ ساری نظمیں لاجواب تھیں۔ باقی تمام تحریریں استاد کا جواب، پھوے کا غصہ، شاعرِ مشرق، علم دریچے، انجان محسن، باوفا، ہنسی گھر، بیت بازی، معلومات افزا، نونہال مصور، نونہال ادیب، نونہال خبرنامہ، آدھی ملاقات یہ اچھی لگیں۔ پندرھواں دروازہ کچھ خاص نہیں لگی۔ **ناظمہ شبیر احمد، کراچی۔**

● بہار کے لحاظ سے سرورق بہت خوب صورت لگا۔ اس بار کی تمام تحریریں پسند آئیں۔ سب سے زیادہ جدون ادیب کی کہانی گہرا رشتہ پسند آئی۔ چٹائی والا بادشاہ، پندرھواں دروازہ سبق آموز کہانیاں ہیں۔ پھوے کا غصہ، انجان محسن، باوفا بھی اچھی لگیں۔ استاد کا جواب بھی خوب صورت تحریر ہے۔ وہ کون تھے؟ بھی خوب لکھی گئی۔ بلاعنوان کہانی کا عنوان ہمیں نہ سوجھا۔ علم دریچے کئی بار پڑھا۔ اچھی زندگی نے قناعت کا درس دیا۔ تمام نظمیں بھی بہت پسند آئیں۔ پہلی بات، معلومات افزا ثابت ہوئی۔ بہت اچھے انداز میں زہراوی کی تشریح کی گئی ہے، ان شاء اللہ یاد رہے گی۔ کیا میں ہر ماہ ایک تحریر بھیج سکتی ہوں؟ **عشرت جہاں، لاہور۔**

جی ضرور بھیجیں، لیکن تحریر بچوں کی ذہنی سطح کے مطابق ہو، اس میں بڑا پن نہ ہو۔

● اپریل کا شمارہ لاجواب تھا۔ تمام کہانیاں بہترین تھیں۔ کہانیوں میں چٹائی والا بادشاہ، پندرھواں دروازہ، بلاعنوان کہانی اور گہرا رشتہ اچھی تھیں۔ اچھی زندگی ایک پُر اثر مضمون تھا۔ ہنسی گھر بھی بہت اچھا لگا۔ روشن خیالات ہمیشہ کی طرح روشن تھے۔ علم دریچے میں دایاں

ہاتھ اور نظم ''دعا'' پسند آئیں، لیکن حاضر جوابی پہلے چھپ چکی تھی۔ بیت بازی کے اشعار بہترین تھے۔ محمد فرحان زاہد، کراچی۔

● کہانیوں میں کچھوے کا غصہ، بلاعنوان کہانی، وہ کون تھے؟ پہلے نمبر پر رہیں۔ دوسرے نمبر پر گھرارشتہ، پندرھواں دروازہ، باوفا تھیں۔ تیسرے نمبر پر انجان محسن، اچھی زندگی، چٹائی والا بادشاہ رہیں۔ سرورق دل کو بھا گیا تھا۔ لطیفے بے حد اچھے تھے۔ علم دریچے بہت پسند آئے۔ ساری نظمیں اپنی جگہ اہمیت رکھتی تھیں۔ کچھ سوالات ہیں براہ مہربانی جواب دیجیے۔ شیخ محمد حسن رضا عطاری، ملیر، کراچی۔

۱۔ تصویر خانہ کے لیے پاسپورٹ سائز تصویر بھیجیں۔ ۲۔ ہمدرد نونہال سالانہ گھر بیٹھے منگوانے کے لیے ۳۸۰ روپے منی آرڈر سے ہمیں بھیج دیں۔ اگر رجسٹری سے منگوانا ہو تو ۵۰۰ روپے بھیجیں۔
۳۔ بلاعنوان کہانی کے عنوان کا انتخاب ۳/۴ رکنی کمیٹی کرتی ہے۔ وہ عنوان منتخب کیا جاتا ہے، جو مختصر بھی ہو اور جامع بھی ہو۔

● اس دفعہ سرورق دیکھ کر حیران رہ گئی، کیوں کہ سرورق پچھلے شماروں کی نسبت سے مختلف تھا۔ کہانیوں میں سب سے اچھی کہانی کچھوے کا غصہ (سیدہ ملائکہ سرور) لگی۔ دوسرے نمبر پر پندرھواں دروازہ (ڈاکٹر عمران مشتاق)، تیسرے نمبر پر انجان محسن (سیدہ فاطمہ تحریم)، چوتھے نمبر پر گھرارشتہ (جدون ادیب) اچھی لگی۔ اس دفعہ مسکراتی لکیریں نہ پا کر دل اُداس رہا۔ ہنسی گھر اور باقی سلسلے بھی اچھے لگے۔ عریشہ عروج مغل، حیدرآباد۔

● ہمدرد نونہال کی سب کہانیاں اچھی لگیں۔ سرورق بھی اچھا تھا۔ اُم ایمن، میانوالی۔

● نونہال کا خوب صورت شمارہ اس دفعہ ننھے منے نونہال کی بجائے پرندوں کی جوڑی سے مزین بہت اچھا لگا۔ سادہ زندگی اور قناعت پسندی سے ہم اپنی زندگی پُرسکون بنا سکتے ہیں۔ حکیم محمد سعید کی باتیں بہت اچھی ہوتی ہیں۔ پہلی بات میں اُمتِ مسلمہ کی قابلِ فخر شخصیات کا ذکر بہت اچھا لگا۔ نونہالوں کے ذہن میں ایسی باتیں زندگی بھر ان کی رہنمائی کا سبب بنتی ہیں جو ایسی شخصیات کی قابلِ قدر زندگی کے بارے میں پڑھتے ہیں۔ اسی طرح اچھی زندگی میں زندگی کے ہر موضوع پر بہت اچھی باتیں سکھائی گئیں۔ چٹائی والا بادشاہ، ہمارے

شاعرِ مشرق، بلاعنوان کہانی، باوفا، اور وہ کون تھے سمیت سبھی تحریریں لاجواب تھیں۔ عبدالجبار رومی انصاری، لاہور۔

● اپریل کے شمارے میں بہت دل چسپ کہانیاں شامل تھیں۔ خاص طور پر جدون ادیب کی ''گھرارشتہ''، بہت دل چسپ تھی۔ نام نامعلوم، ڈیرہ اسماعیل خان۔

● اپریل کا شمارہ ہاتھ میں آیا۔ سرورق بہت پیارا لگا۔ ''کچھوے کا غصہ'' زبردست کہانی تھی۔ ''چٹائی والا بادشاہ'' میں بڑی خوب صورتی کے ساتھ قناعت کا سبق دیا گیا۔ ''انجان محسن'' نے انسانیت اور مدد کا درس دیا۔ ''بلاعنوان کہانی'' پورے شمارے میں ٹاپ پر تھی۔ مریم عبدالسلام شیخ، نواب شاہ۔

● ہمدرد نونہال کے سرورق پر اس دفعہ غیر متوقع، لیکن بہت ہی موزوں دو خوب صورت چڑیوں کی تصویر ہے جو موسم بہار کی مناسبت سے بہت ہی اچھے تاثرات دے رہی ہے۔ جاگو جگاؤ میں شہید پاکستان کی قناعت پسندی کا سبق اور اس مہینے کا خیال میرے لیے ایک رہنما اصول ہے۔ روشن خیالات سے ذہن روشن ہوا۔ ''اچھی زندگی'' میں مسعود احمد برکاتی نے بہت ہی آسان اصول بیان کیے ہیں۔ معلومات ہی معلومات نے میرے علم میں اضافہ کیا۔ بلاعنوان کہانی نے فطرت کی محبت سے روشن کرایا۔ عمیر احمد مینگل، کوئٹہ۔

● نونہال ادیب میں سب تحاریر بہت عمدہ تھیں، مگر نظم، تیر اندازی، ظلم سے توبہ اور شرمندگی اپنی نظیر نہ رکھتی تھیں۔ ہنسی کلیاں کچھ خاص نہ تھا۔ قراردادِ پاکستان، عالم بے مثال، سرسید کا بچپن، ہاتھی، آیئے مصوری سیکھیں، ایک روشن ستارہ اور بہاول پور کی تاریخ سے میرے علم میں اضافہ ہوا۔ کہانیوں میں چھپا رستم، سو بیٹھے پان، بلاعنوان کہانی، باغی، ریچھ ماں، نیک لڑکا ٹاپ پر تھیں۔ نونہال خبرنامہ (سلیم فرخی) پڑھ کر عقل دنگ رہ گئی۔ آدھی ملاقات کے ذریعے سے بہن بھائیوں کے خطوط تک رسائی حاصل ہوئی۔ تمام رسالہ پڑھ کر زبان سے نکلا واقعی یہ رسالہ اپنی جداگانہ اہمیت کا حامل ہے۔ مریم فاطمہ، جھنگ۔

● کہانیوں میں ہمیں پندرھواں دروازہ، چٹائی والا بادشاہ اور وہ کون تھے اچھی لگی۔ محمد عبدالحماض، جگہ نامعلوم۔

● ہر بار کی طرح نونہال اس مرتبہ بھی خوب ہے۔ نمبروں پر اچھی زندگی کی تحریر تھی اور چٹائی والا بادشاہ بھی اچھی تھی۔ رشنا جمال الدین، کراچی۔

● اپریل کا شمارہ بہت پسند آیا۔ تمام کہانیاں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔ انکل! مجھے نونہال بک کلب کا ممبر بننا ہے۔ مجھے طریقہ بتا دیں، تاکہ میں بھی اپنی لائبریری بنا سکوں۔ بشریٰ بنت عبدالرؤف قریشی، کراچی۔

بک کلب کا ممبر بننے کے لیے صرف نام اور مکمل پتا درکار ہے۔ پتا آپ نے لکھا نہیں ہے۔

● سرورق میں رنگ برنگی خوب صورت چڑیاں بہت پیاری لگیں۔ کہانیاں تو سب ہی اچھی تھیں، مگر پھوے کا قصہ اور وہ کون تھے؟ سپرہٹ کہانیاں تھیں۔ ہنسی گھر پڑھ کر لوٹ پوٹ ہو گئے۔ معلومات ہی معلومات (غلام حسین میمن) اور نونہال خبرنامہ (سلیم فرخی) نے معلومات میں اضافہ کیا۔ اچھی زندگی بہت خوب صورت تحریر تھی۔ تسبیح، کراچی۔

● اپریل کا سرورق بہت ہی خوب صورت تھا۔ قیصر حسنین کی ''دعا'' اور مسعود احمد برکاتی کی ''اچھی زندگی'' پسند آئی۔ محمد ذوالقرنین خان کی کہانی ''چٹائی والا بادشاہ'' ڈاکٹر عمران مشتاق کی کہانی ''پندرھواں دروازہ'' اُمید افشاں صغیر کی ''بلاعنوان کہانی'' سیدہ فاطمہ تحریم کی کہانی ''انجان محسن'' حافظ وقار عثمان کی کہانی ''باوفا'' بہت ہی دل چسپ تھیں۔ ہنسی گھر کے سارے لطیفے ایک سے بڑھ کر ایک تھے۔ پرویز حسین، کراچی۔

● اپریل کا شمارہ لاجواب تھا۔ کہانیوں میں انجان محسن، باوفا، وہ کون تھے، استاد کا جواب اور بلاعنوان کہانی بازی لے گئی۔ حذیفہ اظہر، فیصل آباد۔

● ٹائٹل زبردست تھا۔ بلاعنوان، گہرا رشتہ اور چٹائی والا بادشاہ سب زبردست تحریریں تھیں۔ حافظ عذرہ سعید، چک شیخ جی، چکوال۔

● اپریل کا شمارہ ہر لحاظ سے بہترین تھا۔ تمام تحریریں زبردست اور سبق آموز تھیں۔ خاص کر جاگو جگاؤ میں زندگی گزارنے کی آسان اور بہترین باتیں پڑھ کر بہت اچھا لگا۔ محمد عقیل اعوان، نوشہرہ۔

● اپریل کا شمارہ بہت پسند آیا۔ جاوید اقبال کی کہانی ''وہ کون تھے؟'' بہت حیرت انگیز تھی۔ سیدہ ملائکہ سرور کی کہانی ''پھوے کا قصہ'' نقل شدہ تھی۔ بلاعنوان کہانی پڑھ کر بہت مزہ آیا۔ سیدہ ہاجرہ ریحان، اسلام آباد۔

● جاگو جگاؤ نے دماغ کو جگا دیا۔ پہلی بات نے ہمیشہ کی طرح بہت سی معلومات سے نوازا۔ اپریل کے خیال نے اس مہینے کو گزارنے کے لیے نیا گر دیا۔ روشن خیالات نے خیالوں کو روشنی بخش دی۔ کہانیوں میں پہلے نمبر پر ''باوفا'' دوسرے نمبر پر ''بلاعنوان کہانی'' اور تیسرے نمبر پر ''وہ کون تھے؟'' تھی۔ اصبح احمد، مظفر آباد۔

● ہمیشہ کی طرح اپریل کا شمارہ بھی بہت اچھا تھا۔ سرورق انتہائی خوب صورت اور منفرد تھا۔ کہانیوں میں بلاعنوان کہانی، باوفا اور وہ کون تھے؟ اچھی تھیں۔ شاہ میر عباسی، ہری پور۔

● اپریل کے شمارے کا جواب نہیں۔ اس مہینے کا خیال اچھا لگا۔ تمام نظمیں پسند آئیں۔ کہانیوں میں پھوے کا قصہ، چٹائی والا بادشاہ اور گہرا رشتہ اچھی لگیں۔ پندرھواں دروازہ ایک اچھی تحریر تھی۔ انجان محسن، باوفا اور استاد کا جواب بھی پسند آئیں۔ وہ کون تھے؟ پڑھ کر ہم خود بہت ڈر گئے۔ بلاعنوان کہانی ایک دل گداز کہانی تھی۔ علم دریچے، بیت بازی، ہنسی گھر، نونہال ادیب حتیٰ کہ تمام سلسلے بہت پسند آئے۔ مجھے کتاب ''پھول کا راز'' منگوانی ہے۔ طوبیٰ بنت عبدالرؤف قریشی، کراچی۔

یہ کتاب ہمارے ادارے سے نہیں شائع ہوئی۔ آپ کو بک کلب کارڈ دوبارہ بھیج دیا جائے گا۔

● ہمدرد نونہال کی کہانیاں مجھے بہت اچھی لگتی ہیں۔ اس بار بھی ساری کہانیاں بہت زبردست تھیں۔ ہنسی گھر اور مسکراتی لکیریں بہت مزے دار تھے۔ حذیفہ عباسی، ہری پور۔

● اس بار بھی کہانیاں بہترین تھیں۔ پندرھواں دروازہ بہت اچھی کہانی ہے۔ بلاعنوان کہانی، چٹائی والا بادشاہ، گہرا رشتہ اور کئی ساری کہانیاں عمدہ تھیں۔ نونہال ادیب کی ساری کہانیاں بہت زبردست ہیں۔ بیت بازی، نونہال مصور، خبرنامہ اور آدھی ملاقات جیسے تمام سلسلے بہت اچھے ہیں۔ نظمیں لاجواب تھیں۔ سرورق پر دو پرندے بہت اچھے لگے۔ عالیہ ذوالفقار، کراچی۔

● اپریل کا ہمدرد نونہال ماشاء اللہ بہت اچھا تھا۔ چٹائی والا بادشاہ، بلاعنوان کہانی، وہ کون تھے؟ پھوے کا غصہ، انجان محسن اور گہرا رشتہ عمدہ، لاجواب اور بہترین کہانیاں تھیں۔ مضامین بھی کچھ کم نہ تھے۔ جاگو جگاؤ، پہلی بات، استاد کا جواب اور باوفا تحریریں بھی لاجواب تھیں۔ نظمیں، دعا، ڈاکٹر علامہ اقبال اور ایسا کریں عمدہ نظمیں ہیں۔ ناعمہ ذوالفقار، کراچی۔

● اپریل کا شمارہ ہاتھوں میں آیا تو خوشی ہوئی اور جب پڑھا تو خوشی دوگنی ہوگئی۔ ہر کہانی اپنی مثال آپ تھی۔ بلاعنوان کہانی تو کمال تھی۔ وہ کون تھے؟ کہانی واقعی ڈراؤنی تھی۔ پندرھواں دروازہ بھی مزے دار لگی۔ لطیفے پرانے تھے۔ بیت بازی بھی بازی لے گئی۔ اس مہینے کا روشن خیال بھی پسند آیا۔ مسز انعم سبحان، نیو کراچی۔

● سرورق پر پرندوں کی تصویریں دل کو چھو لینے والی تھیں۔ جاگو جگاؤ میں لالچ سے بچنے اور قناعت اختیار کرنے کی تلقین کی گئی۔ پہلی بات اور اس مہینے کا خیال بہت ہی فکر انگیز تھے۔ روشن خیالات نے دل و دماغ کو روشنی بخشی۔ کہانیوں میں پندرھواں دروازہ، چٹائی والا بادشاہ اور گہرا رشتہ دل میں گھر کر گئیں۔ نظموں میں ڈاکٹر علامہ اقبال اور ایسا کریں معیار کی اعلا بلندیوں پر فائز تھیں۔ راجا ثاقب محمود جنجوعہ، عائشہ جنجوعہ عاشی، علیہ راجا، صدف رانی، ثانیہ فرخ، پنڈ دادن خان۔

● اپریل کا شمارہ ہمارے دل جیتنے میں کام یاب رہا۔ کہانیوں میں پھوے کا غصہ، انجان محسن اور باوفا تجسس سے بھرپور اور بہت ہی متاثر کن تھیں۔ نظموں میں رفیع یوسفی بحرم کی "پھولوں کا موسم" دل کی گہرائیوں میں اُتر گئی۔ راجا فرخ حیات، راجا عظمت حیات، راجا ہمت حیات، زینت یاسمین، ثمینہ فرخ، شازیہ فرخ، پنڈ دادن خان۔

● اپریل کے شمارے میں کسی تحریر نے اپنی جگہ کوئی کمی نہ چھوڑی۔ سرورق دو پرندوں کے ساتھ جاذب نظر و دل کش تھا۔ روشن خیالات پڑھ کر ذہن کا اندھیرا بھی ختم ہو جاتا ہے۔ "اچھی زندگی" نے اچھا سبق دیا۔ کہانیاں سب کمال کی تھیں۔ بلاعنوان کہانی بھی زبردست تھی، یعنی بہت اہم سبق سکھا رہی تھی۔ حافظ محمد اشرف، حاصل پور۔

● اپریل کا شمارہ ماشاء اللہ بہت اچھا تھا۔ تمام کہانیاں زبردست تھیں۔ خاص طور پر چٹائی والا بادشاہ، گہرا رشتہ، وہ کون تھے؟ اور بلاعنوان انعامی کہانی۔ محمد ارسلان رضا، کھروڑ پکا۔

● اپریل کا شمارہ بہت ہی زبردست تھا۔ سب تحریریں عمدہ اور دل چسپ تھیں۔ معلومات افزا میں کچھ ایسے سوالات آ رہے ہیں جو نہ صرف میرے لیے، بلکہ دوسرے نونہالوں کے لیے بھی اُلجھن کا باعث ہیں۔ محمد عمر اشرف آرائیں، خانیوال۔

> معلومات افزا میں جو سوالات پوچھے جاتے ہیں، کئی مستند کتابوں سے ان کی تصدیق کر لی جاتی ہے۔ علم میں اضافے کے لیے جدوجہد کرنی ہوتی ہے۔

● اپریل کے شمارے کا سرورق بہت خوب صورت تھا۔ روشن خیالات ہمیشہ کی طرح بہترین ہوتے ہیں۔ کہانیاں تمام اچھی تھیں۔ خاص طور پر بلاعنوان کہانی ٹاپ پر تھی۔ تعریف کے لیے الفاظ نہیں ہے۔ اس کے بعد گہرا رشتہ، چٹائی والا بادشاہ، پندرھواں دروازہ، وہ کون تھے؟ اور پھوے کا غصہ بہترین کہانیاں تھیں۔ حافظ عابد علی بھٹی، راولپنڈی۔

● سرورق بہت اچھا لگا۔ جاگو جگاؤ اور پہلی بات سے بہت کچھ سیکھنے کو ملا۔ روشن خیالات نے ہمارے خیالات کا دائرہ وسیع کر دیا۔ کہانیاں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔ لطائف ہنسی اور کھلکھلاہٹ سے بھرپور تھے۔ بیت بازی، علم دریچے اور تمام چھوٹی بڑی تحریریں زبردست اور اپنی جگہ بہت شان دار تھیں۔ ہمیشہ کی طرح نونہال سے کافی کچھ سیکھنے کو ملتا ہے، جو آیندہ زندگی میں بہت کام آتا ہے۔ نونہال پڑھ کر آپ سب کی کاوشوں کا اندازہ ہوتا ہے۔ مدیحہ رمضان بھٹہ، اوتھل۔

● اپریل کا شمارہ نہایت زبردست تھا۔ تمام کہانیاں لاجواب تھیں۔ لطائف ہنسی سے بھرپور تھے۔ نظمیں بہت اچھی تھیں۔ ہر تحریر نہایت سبق آموز تھی۔ پورا شمارہ پڑھ کر مزہ آیا۔ جویریہ بینش، ماہ گل ملک، گنگا، اوتھل۔

● سرورق پر دو نرالے پرندے نرالا منظر پیش کر رہے تھے۔ بلاعنوان، چٹائی والا بادشاہ، پندرھواں دروازہ، اچھی زندگی، استاد کا جواب، پھوے کا غصہ اور انجان محسن تحریریں کمال کی تھیں۔ نظمیں، لطیفے، معلومات، اشعار، وغیرہ بھی پہلے کی طرح "گرارے" تھے۔ سلمان یوسف سمیجہ، علی پور۔ ☆

جوابات معلومات افزا - ۲۵۶

سوالات اپریل ۲۰۱۷ء میں شایع ہوئے تھے

اپریل ۲۰۱۷ء میں معلومات افزا - ۲۵۶ کے لیے جو سوالات دیے گئے تھے، ان کے درست جوابات ذیل میں لکھے جا رہے ہیں۔ ۱۶ درست جوابات دینے والے نونہالوں کی تعداد ۱۵ سے زیادہ تھی، اس لیے ان سب نونہالوں کے درمیان قرعہ اندازی کر کے ۱۵ نونہالوں کے نام نکالے گئے۔ ان نونہالوں کو ایک ایک کتاب روانہ کی جائے گی۔ باقی نونہالوں کے نام شائع کیے جا رہے ہیں۔

۱۔ نماز میں سورۂ فاتحہ کی تلاوت لازمی کی جاتی ہے۔

۲۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا مزار بغداد میں ہے۔

۳۔ نشانِ حیدر کا تمغا سب سے پہلے پاک فوج کے کیپٹن کیپٹن محمد سرور کو دیا گیا تھا۔

۴۔ رقبے کے لحاظ سے سب سے چھوٹا اسلامی ملک مالدیپ ہے۔

۵۔ چھلکے سمیت چاول کو دھان کہتے ہیں۔

۶۔ جارجیا براعظم ایشیا کا ایک ملک ہے۔ اس نام کی ایک امریکی ریاست بھی ہے۔

۷۔ ''بماکو'' افریقی ملک مالی کا دارالحکومت ہے۔

۸۔ مراکش کی کرنسی درہم کہلاتی ہے۔

۹۔ جرمنی کا عظیم ترین شاعر گوئٹے کو کہا جاتا ہے۔

۱۰۔ انسان کے جسم میں سب سے بڑی بے جوڑ ہڈی ران کی ہوتی ہے۔

۱۱۔ رومن ہندسوں میں گیارہ کے عدد کو انگریزی حروف XI سے ظاہر کرتے ہیں۔

۱۲۔ ''DOVE'' انگریزی زبان میں فاختہ کو کہتے ہیں۔

۱۳۔ اردو زبان کا شیکسپیئر آغا حشر کاشمیری کو کہا جاتا ہے۔

۱۴۔ ''صاحب'' کی جمع اصحاب ہے۔

۱۵۔ اردو کا ایک محاورہ یہ ہے: ''جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے''

۱۶۔ میر ببر علی انیس کے شعر کا دوسرا مصرع اس طرح درست ہے:

انیس، دم بھر کا بھروسا نہیں، ٹھیر جاؤ   چراغ لے کے کہاں سامنے ہوا کے چلے

قرعہ اندازی میں انعام پانے والے پندرہ خوش قسمت نونہال

☆ **کراچی:** اعجاز حیات، احسن محمد اشرف، فوزان اظہر، طیبہ آفتاب صدیقی، ماہم رانا، عبداللہ کمال ☆ **لاہور:** عشرت جہاں ☆ **ڈگری:** محمد ضرار۔

☆ **ملتان:** احمد عبداللہ ☆ **خان پور:** مبشرہ مسعود خواجہ ☆ **حیدر آباد:** اکبر احمد شیخ۔

☆ **راولپنڈی:** محمد ارسلان ساجد ☆ **اسلام آباد:** سیدہ لبابہ ریحان۔

☆ **سانگھڑ:** محمد ثاقب منصوری ☆ **سرگودھا:** راجا مرتضیٰ خورشید علی۔

۱۶ درست جوابات دینے والے قابل نونہال

☆ **کراچی:** عبدالتواب، محمد زبیر، بہادر، ایاز حیات، حسن علی، محمد اختر حیات، نور حیات، محمد معین الدین غوری، محمد وقاص، محمد اویس امیر احمد، کامران گل آفریدی، محمد جلال الدین اسد خان، عروبہ امین، محمد عبداللہ ندیم، پرویز حسین، ناعمہ تحریم، علینا اختر، صالحہ فاطمہ شیروانی، خنسہ علی، نرجس فاطمہ، محمد عزیر الیاس امرلیاہ، ثروت حسین، حفصہ بنت محمد ابراہیم، محمد اسد، ناعمہ ذوالفقار، محمد ابراہیم فاروق صمد، مریم عامر، حذیفہ احمد انصاری، رجاء جاوید خانزادہ، اریبہ محمد غلام محمد، ارسلان احمد، محمد مصعب علی، کنول فاطمہ زیدی، اسما ارشد ☆ **پشاور:** محمد حیان ☆ **کالا گجراں:** محمد افضل ☆ **لاہور:** صفی الرحمٰن، محمد جمیل، امتیاز علی ناز ☆ **تلہ گنگ:** بشریٰ صفدر، مزمل اسحاق شمن ☆ **اٹک کینٹ:** عمان وحید ☆ **وہاڑی:** مومنہ ابوجی ☆ **ڈیرہ اسماعیل خان:** محمد معوذ الحسن اعوان ☆ **بھٹ شاہ:** ایم حارث ارسلان انصاری ☆ **حیدر آباد:** مریم بنتِ کاشف، منال عدن بنتِ نفیس، عائشہ ایمن عبداللہ، بشریٰ قریشی، ماہ رُخ، سیدہ نسرین فاطمہ ☆ **راولپنڈی:** ہانیہ نور بٹ ☆ **کوٹلی:** محمد جواد چغتائی ☆ **ڈیرہ غازی خان:** رفیق احمد ناز ☆ **بے نظیر آباد:** محمد سلیم خانزادہ ☆ **ٹنڈو الہیار:** آمنہ آصف کھتری ☆ **میر پور خاص:** فیروز احمد ☆ **لسبیلا:** مدیحہ رمضان بھٹہ ☆ **کہروڑ پکا:** محمد ارسلان رضا ☆ **بہاول پور:** صباحت گل، قرۃ العین عینی، احمد ارسلان، ایمن نور۔

۱۵ درست جوابات بھیجنے والے سمجھ دار نونہال

☆ **کراچی:** محسن محمد اشرف، محمد شاہد خان، محمد فضل سلیمان خان، محمد بلال صدیقی، احمد رضا عطاری، زحل فاطمہ، احمد شہود علوی، محمد عباس، علی حسن وارثی، احمد عالم، مصطفیٰ عالم، شاہ محمد ازہر عالم، محمد روح اللہ، حسین عباس افتخار علی، دانیہ شعیب ☆ **گوجرانوالہ:** صفی اللہ قدیر ☆ **ٹنڈو الہ یار:** اُسامہ آفریدی ☆ **ٹوبہ ٹیک سنگھ:** سعدیہ کوثر مغل

☆ **اسلام آباد:** ایمان صادق ☆ **فیصل آباد:** حذیفہ ارحم اظہر ☆ **رحیم یار خان:** حافظ عقبہ امجد، انشرح خالد بٹ، احمد زہیر سلیمانی ☆ **حیدر آباد:** تسکین نظامانی ☆ **سکرنڈ:** اطروبہ عدنان خانزادی ☆ **بہاول پور:** محمد عبداللہ بن انور، محمد وسیم اللہ یار ☆ **اسلام آباد:** انس احمد فاروق ☆ **اٹک:** ردا زینب ☆ **ہری پور:** شاہ میر عباسی ☆ **کوئٹہ کینٹ:** فاطمہ جواد ☆ **اوکاڑہ کینٹ:** ہادیہ زینب ☆ **گوجرانوالہ:** اریبہ رضوان ☆ **سرگودھا:** زنیرہ فاطمہ قاضی۔

۱۴ درست جوابات بھیجنے والے علم دوست نونہال

☆ **کراچی:** طٰہٰ حسین، ایم اختر اعوان، محمد عبدالخاص، محمد حنین، سید جہان زیب کمال، محمد فرحان زاہد، شیخ محمد حسن رضا عطاری، مزنہ خان، محمد فائق سلیم، سارہ شہزاد، صالحہ اسد، ربیعہ توقیر ☆ **لاہور:** حمزہ ارشد، محمد صمیم شاہد ☆ **میر پور خاص:** سمرا احمدانی ☆ **حیدر آباد:** عریشہ عروج مغل ☆ **کبیر والا:** محمد عمر اشرف آرائیں ☆ **کوئٹہ:** عمیر احمد مینگل ☆ **جامشورو:** خدیجہ سعید، عمر سعید ☆ **نواب شاہ:** محمد عبداللہ ☆ **ننکانہ صاحب:** ملائکہ نورین ☆ **پنڈ دادن خان:** راجا ثاقب محمود ثانی جنجوعہ ☆ **ملتان:** ملیحہ سعدیہ، محمد ریان طارق ☆ **راولپنڈی:** ملک محمد احسن۔

۱۳ درست جوابات بھیجنے والے محنتی نونہال

☆ **کراچی:** معاذ خان، وریشا، محمد عمران، علینہ ظفر، منہمہ مکرم، تحریم خان ☆ **میانوالی:** عاشر نواز، محمد آصف ☆ **سکھر:** زین علی، محمد عون صدیقی ☆ **سیالکوٹ:** محمد عبدالرحمٰن مغل ڈسکوی، قاسم محمد ☆ **ملتان:** عتیقہ محمد اصغر ☆ **دینہ:** ہزیرہ بانو ☆ **شیخو پورہ:** محمد احسان الحسن ☆ **سکھر:** محمد عفان بن سلمان ☆ **فیصل آباد:** مطیع الدین ☆ **ساہیوال:** اریبہ ظفر ☆ **دینا پور:** ایمن شہیر۔

۱۲ درست جوابات بھیجنے والے پُر امید نونہال

☆ **کراچی:** سید محمد حمزہ انعام، تسبیح محفوظ علی، محمد زایان خان، اریبہ عظیم ☆ **میانوالی:** محمد اُسامہ اکرم ☆ **میر پور خاص:** اُسامہ بن سلیم ☆ **شاہ پور:** عائشہ مقصود ☆ **لاہور:** لائبہ حسیب ☆ **فیصل آباد:** حافظ سید محمد عبداللہ جیلانی عظیمی ☆ **نوشہرہ:** محمد عقیل اعوان۔

۱۱ درست جوابات بھیجنے والے پُر اعتماد نونہال

☆ **کراچی:** طوبیٰ بنتِ عبدالرؤف قریشی، محمد حذیفہ حسین ابڑو، نائلہ سیف ☆ **حیدر آباد:** محمد عدیل ☆ **نواب شاہ:** مریم عبدالسلام شیخ ☆ **میر پور ماتھیلو:** آصف بوزدار ☆ **لاہور:** فاطمہ یعقوب ☆ **بہاول پور:** حافظ احمد اشرف۔

☆☆☆

ہمدرد فری موبائل ڈسپنسری

ہمدرد فری موبائل ڈسپنسری ہمدرد فاؤنڈیشن کے فلاحی کاموں کا ایک حصہ ہے۔ ہر مہینے پورے پاکستان میں ہزاروں مریضوں کا فری چیک اپ کر کے فری دوائیاں دی جاتی ہیں۔ یہ فری موبائل ڈسپنسریاں کراچی، لاہور، ملتان، بہاول پور، فیصل آباد، سرگودھا، راولپنڈی، پشاور، کوئٹہ، سکھر، حیدرآباد اور آزاد کشمیر میں مستحق مریضوں کا علاج کرتی ہیں۔

کراچی کے لیے چھے گاڑیاں درج ذیل علاقوں میں خدمت پر مامور ہیں:

غازی آباد، گلشن بہار، اورنگی نمبر 13، قائم خانی کالونی، بلدیہ ٹاؤن، نیو کراچی سیکٹر D-11، سیکٹر F-11، نئی آبادی، یوسف گوٹھ، لیاری ایکسپریس وے، خدا کی بستی، کورنگی نمبر 2، کورنگی سو کوارٹرز، کورنگی نمبر 4، ونگی گوٹھ، محمود آباد، عمر گوٹھ، ایوب گوٹھ، مدرسہ انوار الایمان، سلطان آباد، مدرسہ منبع العلوم، وھیل کالونی، اکبر گراؤنڈ، مہاجر کیمپ، بلدیہ ٹاؤن نمبر 3، شفیع محلہ (لال مسجد)، نور شاہ محلہ، مواچھ گوٹھ، بلدیہ ٹاؤن نمبر 7، مشرف کالونی بلاک سی، ایف، ای اور اے روڈ، لیاقت آباد پیلی کوٹھی، کوثر نیازی کالونی، مجید کالونی اور ملیر۔

بلاعنوان کہانی کے انعامات

ہمدرد نونہال اپریل ۲۰۱۷ء میں اُمید افشاں صغیر صاحبہ کی بلاعنوان انعامی کہانی شائع ہوئی تھی۔ اس کہانی کے بہت اچھے اچھے عنوانات موصول ہوئے۔ کمیٹی نے بہت غور کر کے تین اچھے عنوانات کا انتخاب کیا ہے، جو تین نونہالوں نے مختلف جگہوں سے بھیجے ہیں۔ تفصیل درجِ ذیل ہے:

۱۔ ممتا اور ایثار : مریم عامر، کراچی

۲۔ آنسو بن گئے موتی : رفیق احمد ناز، ڈیرہ غازی خاں

۳۔ زندگی پھر مسکرائی : عائشہ جنجوعہ عاشی، پنڈ دادن خان

﴿ چند اور اچھے عنوانات یہ ہیں ﴾

بے زبان ممتا۔ ظالم کون؟ معصوم محبت۔ محبت کی ماری۔ جنگل کا راجا۔ محبت زندہ باد۔ ممتا جیت گئی۔ حیوان کی انسانیت۔ ممتا کی قربانی۔

ان نونہالوں نے بھی ہمیں اچھے عنوانات بھیجے

☆ **کراچی:** ایمان زہرا، مریم اسد، معیز الدین، ربیعہ توقیر، ردا بشیر، مسز انعم سبحان، اجوا بتول، عالیہ ذوالفقار، محمد زایان خان، شاہ بشریٰ عالم، محمد عزیر حسین، سارہ شہزاد، عروسہ مغل، مصطفیٰ عالم، احمد عالم، محمد فضل سلیمان، محمد شاہد خان، ایاز حیات، احتشام شاہ فیصل، کامران گل آفریدی، محمد جلال الدین اسد خان، حسن علی، محمد اختر حیات، نور حیات، احسن محمد اشرف، محسن محمد اشرف، محمد معین الدین غوری، محمد وقاص، محمد اویس امیر احمد، بہادر، اعجاز حیات، محمد زبیر، عبدالتواب، طیبہ

آفتاب صدیقی، حفصہ بنتِ محمد ابراہیم، باصر حسین، محمد عزیر الیاس امریلیاء، سید مصعب خالد، شیخ محمد حسن رضا عطاری، محمد عمر امتیاز، محمد اسد، امن علی، منہہ مکرم، فاطمہ سراج، صدف آسیہ، ایم اختر اعوان، ثمرہ سلیم، امداد علی، سیدہ اسید الرحمان، حمزہ ارشد، عروبہ امین، عثمان خان، مسکان فاطمہ، زمل فاطمہ، علینہ ظفر، فاطمہ شبیر احمد، محمد تیمور راشد، لائبہ کمال، طوبیٰ بنتِ عبدالروٴف قریشی، اریبہ افروز، محمد حسین، علینہ اختر، محمد عبدالعماض، رشنا جمال الدین شیخ، فوذان اظہر، سید محمد حمزہ انعام، مہوش حسین، سیدہ تسبیح محفوظ علی، تحریم خان، مصباح محبّ، فائزیہ اسد علوی، اسماء ارشد، مریم بنتِ علی، طہٰ حسین، رانا شاہ زین رشید، پرویز حسین ☆ **حیدر آباد:** تسکین نظامی، بشریٰ قریشی، مقدس خان، مرزا تیمور بیگ، ارسلان اللہ خان، عریشہ عروج مغل، فلک بنتِ ندیم، حیان مرزا، ماہ رخ، محمد عدیل، عائشہ ایمن عبداللہ ☆ **لاہور:** محمد جمیل، انشرح خالد بٹ، مطیع الرحمٰن، عبدالجبار رومی انصاری، جویریہ سعید، محمد صمیم شاہد، محمد حسن یعقوب، امتیاز علی ناز ☆ **سکھر:** طوبیٰ سلمان، محمد عون صدیقی ☆ **تلہ گنگ:** مزمل اسحاق ثمن، بشریٰ صفدر، حافظہ عذرہ سعید، ☆ **میر پور خاص:** عدیل احمد، عائشہ نظام الدین قریشی ☆ **راولپنڈی:** حافظ عابد علی بھٹی، محمد سعد اعجاز ☆ **ڈیرہ غازی خان:** عفت سراج ☆ **فیصل آباد:** حدیقہ اظہر، محمد سعد بلوچ ☆ **ملتان:** ایمن فاطمہ، عتیقہ محمد اصغر، محمد عبداللہ طارق قریشی ☆ **بہاول پور:** احمد ارسلان، قرۃ العین عینی، ایمن نور، صباحت گل، حافظ محمد اشرف ☆ **نواب شاہ:** مریم عبدالسلام شیخ، محمد عبداللہ ☆ **جامشورو:** مصعب سعید، سمعیہ سعید ☆ **سیالکوٹ:** قاسم محمد، محمد عبدالرحمٰن مغل ڈسکوی ☆ **بے نظیر آباد:** منور سعید خانزادہ ☆ **پشاور:** محمد حمدان ☆ **ٹوبہ ٹیک سنگھ:** سعدیہ کوثر مغل ☆ **سانگھڑ:** محمد عاقب منصوری ☆ **کہروڑ پکا:** محمد ارسلان رضا ☆ **دینا پور:** ایمن بشیر ☆ **پنڈ دادن خان:** اریبہ شوکت بٹ ☆ **بہاول نگر:** نجم الثاقب

علوی ☆ **ٹامیوالی:** محمد اُسامہ اکرم ☆ **ٹنڈو الہ یار:** آمنہ آصف کھتری، اُسامہ آفریدی ☆ **رحیم یار خان:** حافظ عقبہ اسجد ☆ **کوئٹہ:** عمیر احمد مینگل ☆ **اٹک:** عمان وحید ☆ **میر پور ماتھیلو:** آصف بوزدار ☆ **میانوالی:** محمد آصف ☆ **گوجرانوالہ:** سمیع اللہ قدیر، اریبہ رضوان ☆ **وہاڑی:** مومنہ ابو جی ☆ **ڈیرہ اسماعیل خان:** محمد معوذ الحسن اعوان ☆ **کبیر والا:** محمد عمر اشرف آرائیں ☆ **نوشہرہ:** محمد عقیل اعوان ☆ **ننکانہ صاحب:** ملائکہ نورین ☆ **شکر گڑھ:** حافظ محمد قاسم خان قلندری ☆ **شاہ پور:** عائشہ مقصود ☆ **کوئٹہ کینٹ:** عائشہ جواد ☆ **مظفر آباد:** اصبح احمد ☆ **ہری پور:** شاہ میر عباسی ☆ **سرگودھا:** غلام بتول زاہد ☆ **شیخوپورہ:** محمد احسان الحسن ☆ **کوٹلی:** زرفشاں بابر ☆ **اسلام آباد:** سید عبداللہ ریحان ☆ **لسبیلا:** مدیحہ رمضان بھٹہ ☆ **ایبٹ آباد:** امبر آفتاب۔

☆☆☆

لکھنے والے نونہالوں کو مشورہ

نونہال کہانی، مضمون وغیرہ جب اشاعت کے لیے بھیجیں تو ایک نقل (فوٹو کاپی) اپنے پاس ضرور رکھا کریں۔ جب آپ کی بھیجی ہوئی تحریر شائع ہو جائے تو دونوں کو ملا کر دیکھیں کہ کہاں کہاں تبدیلی کی گئی ہے۔ کس جملے کو کس طرح درست کیا گیا ہے۔ کون سا پیراگراف کاٹا گیا ہے اور نیا پیرا کہاں سے شروع کیا گیا ہے۔ تحریر کا عنوان بدلا گیا ہے یا نہیں اور اگر بدلا گیا ہے تو کیا یہ پوری تحریر کا احاطہ کر رہا ہے یا نہیں۔ ایسا کرنے سے آپ بہت جلد اچھا لکھنے لگیں گے۔ تحریر لکھ کر اس کے نیچے اپنا پتا ضرور لکھ دیں، ورنہ تحریر ضائع ہو جائے گی۔ طویل تحریر نہ لکھیں۔ ☆

نونہال لغت

لفظ	تلفظ	معنی
خیرسگالی	خَے رْ سِ گا لی	بھلائی سوچنا۔ خیراندیشی۔
خلش	خَ لِ ش	کھٹک۔ چبھن۔ کانٹے کا بدن میں چبھنا۔
فاش	فا ش	ظاہر۔ کھلی۔ آشکار۔
ارمغان	اَ رْ مُ غا ن	ہدیہ۔ تحفہ۔ سوغات۔
جامع	جا مِع	جمع کرنے والا۔ اکٹھا کرنے والا۔ تکمیل کرنے والا۔ مکمل۔
کہرام	کُ ہْ رَ ا م	رونا۔ واویلا۔ آہ وزاری۔ آفت۔ شور شرابا۔
منطق	مَ نْ طِ ق	نطق۔ گویائی۔ دلیل کے ساتھ گفتگو۔ ٹھیک طور سے سوچنے کا علم۔ وہ علم جو عقلی دلائل سے حق کو حق اور ناحق کو ناحق ثابت کرتا ہے۔
جفاکش	جَ فا کَ ش	سختی سہنے والا۔ محنتی۔ مشقت اُٹھانے والا۔
گرہ	گِ رَ ہ	گانٹھ۔ عقدہ۔ ایک گز کا سولھواں حصہ۔ جوڑ۔ کدورت۔
برتر	بَ رْ تَ ر	زیادہ بلند۔ زیادہ بہتر۔ زیادہ اعلا۔ ترجیح رکھنے والا۔
متوقع	مُ تَ وَ قْ قَ ع	جس کی اُمید رکھی گئی ہو۔
نسبت	نِ سْ بَ ت	کسی چیز کی طرف منسوب ہونا۔ لگاؤ۔ واسطہ۔ مناسبت
سرغنہ	سَ رْ غَ نہ	سردار۔ سرگروہ۔
پے درپے	پَے دَ رْ پَے	لگاتار۔ مسلسل۔ متواتر
جعلی	جَ عْ لِی	مصنوعی۔ نقلی۔ مکار۔ دغاباز۔
پاس باں	پا سْ با ں	نگہبانی کرنے والا۔ چوکیدار۔ دربان۔